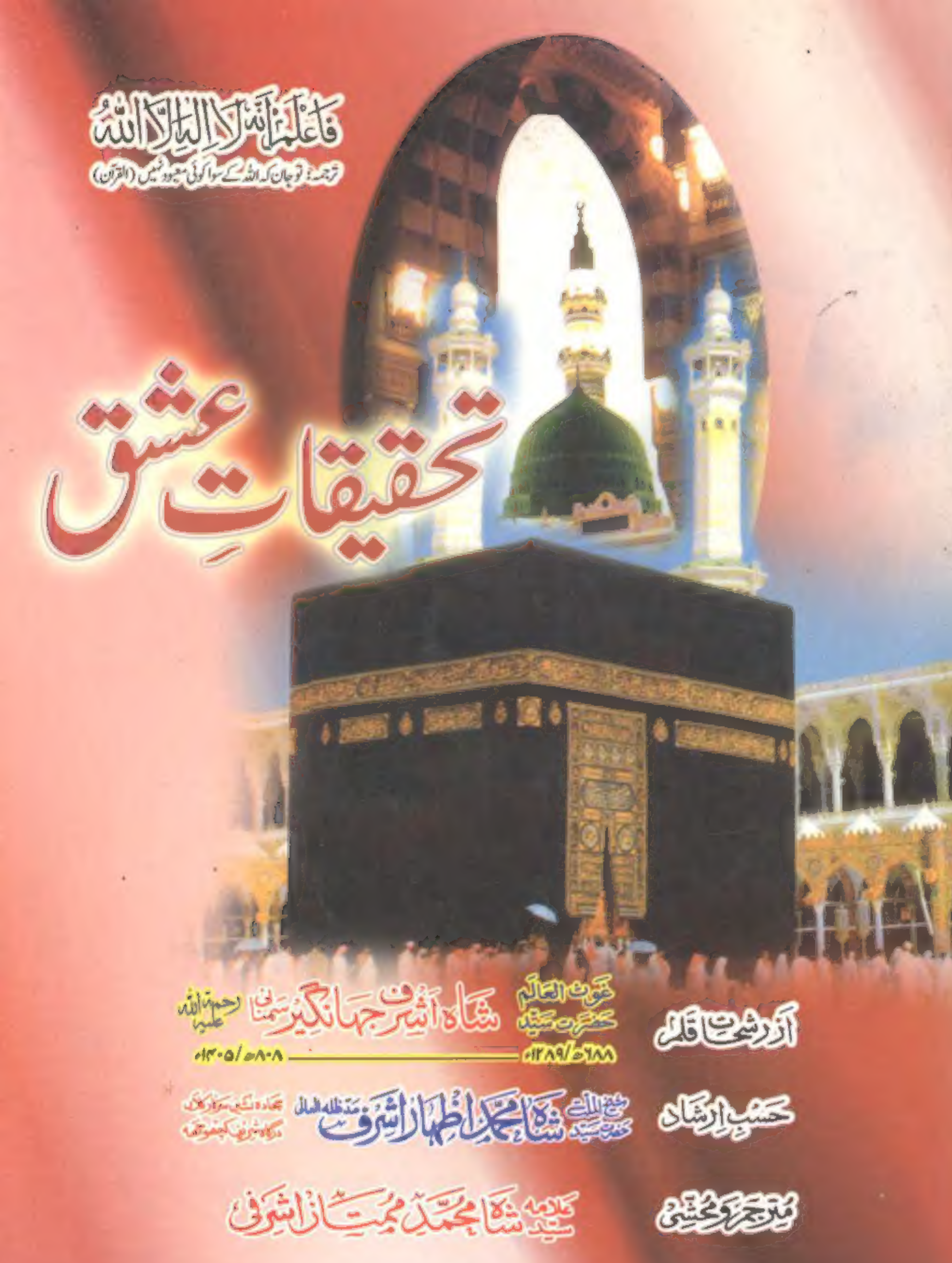


تحقیقاتِ عشق

از رشحاتِ قلم
غوث العالم حضرت سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ
۶۸۸ھ/۱۲۸۹ء — ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء

حسبِ ارشاد
شیخ الملت حضرت سید شاہ محمد اظہار اشرف مدظلہ العالی
سجادہ نشین سرکار کلاں درگاہ شریف کچھوچھہ

مترجم و محشی
علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

ناشر
دارالعلوم اشرفیہ رضویہ
گلشنِ بہار سیکٹر 16، اورنگی ٹاؤن کراچی پاکستان

باہتمام
محمد ریاض اشرفی





تحقیقاتِ عشق

از رشحاتِ قلم — غوث العالم حضرت سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

۶۸۸ھ/۱۲۸۹ء — ۸۰۸ھ/۱۴۰۵ء

حسبِ ارشاد — شیخ الملت حضرت سید شاہ محمد اظہار اشرف مدظلہ العالی سجادہ نشین سرکارِ کلاں درگاہ شریف کچھوچھہ

مترجم و محشی — علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

باہتمام — محمد ریاض اشرفی

ناشر

دار العلوم اشرفیہ رضویہ

گلشنِ بہار سیکٹر ۱۶ اورنگی ٹاؤن کراچی پاکستان

نام رسالہ ــــــــــ تحقیقاتِ عشق

تالیف ــــــــــ محبوب یزدانی سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ارشاد ــــــــــ شیخ الملت سید شاہ محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی
(صاحب سجادہ سرکار کلاں درگاہ شریف کچھوچھہ)

مترجم ــــــــــ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی

باہتمام ــــــــــ محمد ریاض اشرفی

سن طباعت ــــــــــ ۲۰۰۰ء

قیمت ــــــــــ

ملنے کا پتہ

دارالعلوم اشرفیہ رضویہ گلشن بہار سیکٹر ۱۶، اورنگی
کراچی۔

ابتدائیہ

از قلم : حضرت علامہ مفتی محمد الیاس اشرفی رضوی مدظلہ العالی
(مہتمم جامعہ نصرۃ العلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی خلق کل شیء وجعل الانسان من اشرف المخلوقات الاخری والصلوۃوالسلام علی سید الانبیاء المذکوربالخیرفی المکتوبات العلیا وعلی الہ العظام وصحبہ الکرام الذین اظھروا الدین المتین اظھارا بالاعمال الحمیدۃ علی الادیان کلھا　　　اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال ربنا العلی الرحمن فی احدی الایات الاشرفیۃ من القران :والذین امنوا اشد حبا للہ. وقال الھنا الرزاق الخالق نورالعین: یحبھم و یحبونہ. وقال رب رسولنا المختار فی الحدیث القدسی: من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب ،رواہ الامام البخاری .وقال نبینا المحمود فی کلامہ الممتاز: ثلاث من کن فیہ وجد بھن حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما و ان یحب المرء لا یحبہ الا للہ وان یکرہ ان یعود فی الکفر بعد ان انقذہ اللہ منہ کما یکرہ ان یقذف فی النار،رواہ الامام مسلم من کلام سیدالاخیارالداعی الی الرجاء دون الیاس.

سب خوبیاں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کیلئے ہیں۔ یہی سب سے بڑی فقہ ہے اللہ ہی سے آغاز ہے اور اسی کی طرف انتہا، رسالت و نبوت، صدیقیت و شہادت، صالحیت وولایت سب اسی کی عطا،بندہ پر خطا ناقل از امام احمد رضا (علیہ رحمۃ الرب العلی) نبوت مطلقاً ہر ولی غیر نبی کی ولایت سے ہزاروں درجے افضل ہے کیسے ہی اعظم مرتبہ کا ولی ہو۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ نبی کی نبوت خود اسکی اپنی ولایت سے افضل ہے یا اسکی اپنی ولایت اسکی نبوت سے اوراس اختلاف میں خوض کی کوئی حاجت نہیں۔

پہلی بات ضروریاتِ دین سے ہے اسکا اعتقاد مدارِ ایمان ہے جو کسی ولی غیر نبی حتی کہ صدیق کو کسی نبی سے افضل یا ہمسر ہی کہے کافر ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سب اولیائے کرام تھے ان میں سب سے افضل واکمل واعلی واقرب الی اللہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالی عنہم تھے اور انکی افضلیت ولایت بترتیب خلافت، یہ چاروں حضرات سب سے اعلی درجے کے کامل مکمل ہیں اور دارائے نیابتِ نبوت ہونے میں شیخین (ابوبکر وعمر) رضی اللہ تعالی عنہم کا پایہ ارفع ہے اور دارائے تکمیلِ ولایت ہونے میں حضرت علی مرتضی شیرِ خدا مشکل کشا رضی اللہ تعالی عنہ کا۔

مؤمن اور ولی میں نسبت یا تو تساوی کی ہے یا عموم خصوص مطلق کی۔

اگر ولایت عامہ مراد ہے تو تساوی " اللہ ولی الذین امنوا "اور خاصہ ہے تو عموم خصوص مطلق " ان اولیاء ہ الا المتقون "

ولایتِ خاصہ کے حاملین مؤمنین، صالحین اولیاء کاملین منعم علیھم میں شامل اور انھیں حضرات انبیاء کرام علیھم الصلوۃ والسلام کی معیت ورفاقتِ خاصہ بحکم قرآن کریم صراحتاً حاصل کہ ارشاد باری تعالی ہے : ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللہ علیھم من النبین والصدیقین والشھداء والصلحین و حسن اولئك رفیقا۔

نیز صالحین اولیاء کاملین حکماً ملحق بالشھداء ہیں کہ شہداء عظام سیفِ اعداء کے مقتول ہیں تو یہ حضرات قدسیہ سیفِ محبت کے مقتول ہیں اور بحکم " موتوا قبل ان تموتوا" مقامِ فنا پر فائز ہیں۔

اسی جماعت اولیائے کرام صوفیائے عظام سے ایک فردِ کامل مخدوم پاک فرزند صاحب لولاک محبوب یزدانی حضرت سید شاہ اشرف جہانگیر سمنانی (علیہ رحمۃ الباری) ہیں۔ فارسی زبان میں رسالہ منیفہ "تحقیقاتِ عشق" آپ ہی کا تصنیف شدہ ہے۔ سیدی سجادہ نشین سرکار کلاں شیخ الملت حضرت علامہ سید محمد اظہار اشرف اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کے ارشاد پر اردو زبان میں اسکا ترجمہ کرنے والے اخی محتشم فاضل نبیل حافظ قاری علامہ سید شاہ محمد ممتاز اشرفی مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم اشرفیہ رضویہ ہیں۔ موصوف مکرم ومجل اس سے قبل بھی حضرت سید اشرف جہانگیر شاہ سمنان (علیہ رحمۃ الرحمن وافاض علینا من برکاتہ) کے فارسی مکتوبات جلیلہ بنام "مکتوبات اشرفی" کا دو جلدوں میں اردو ترجمہ کر چکے ہیں۔ یہ کتاب مستطاب مراتب توحید، باری تعالی کی ذات وصفات کی ابحاث، حضرات خمس اور تنزلات ستہ، مسئلہ وحدۃ الوجود اور اسمائے اکابرین موافقین، بیان اسمائے انبیاء ورسل اور خاتم النبیین،

آیات قرآنیہ کی تفسیر اوراحادیث قدسیہ ونبویہ کی تشریح،مناقب خلفائے راشدین ،بیان ائمہ مجتہدین ومحدثین ،احوال صوفیاء کاملین، مراتب صوفیائے کرام اور اثرات صحبت صوفیائے عظام ،بیان امور خانقاہ ،بیان احوال ولایت واقسام ولایت،احوال رجال الغیب،ارباب تصوف کے لطائف کا بیان ،کتب بزرگان دین کے مطالعہ کے فوائد ،بیان سلاسل ،راہ سلوک کی ترغیب،صدق اور راہ سلوک کے احوال، اطوار سبعہ وانوار تسعہ کا بیان ،شرائط ارادت ، ظاہری وباطنی طہارت کا بیان ،بیان اوقات مکروہہ ، قیام باللیل کے احوال ،ذکر نفی واثبات ،صبر علی الشدائد ،ذکر عشق ومحبت ،برائے سالک غیبی اشارات،بیان انوار وتجلیات ، مراتب معرفت ، ذکر تفویض مقامات مع انواع ،بیان تاثیرات اجرام سماویہ اور حلقہ انسانیہ علویہ وسفلیہ ،بیان نوادر وعجائب ،بیان مشائخ گذشتہ اور حکمائے سالفہ ،بیان حکایات عمدہ وابیات مغلقہ ، تذکرہ علمائے نسب، بیان نسب سادات افطونیان وہندوستان ،احوال چنگیز خان اور اسکے سیاہ کارنامے ،بیان احوال ملوک اور بحث عدالت ونیابت وصدارت ووکالت ، منصب قضااور اسکے آداب ،دنیا کی مذمت اور ایثار کی قبولیت ،بیان خلوت وعزلت وریاضت اور زیارت قبور کے فوائد وغیرہا عناوین کثیرہ پر مشتمل ہے۔

مترجم موصوف صانہ اللہ الغفور نے راقم الحروف کو "مکتوبات اشرفی" پر ترقیم مقدمہ کی ترخیص سے مشرف کیا تھا لیکن حقیر پر تفصیر جامعہ نصرۃ العلوم کی بعض ذمہ داریوں نیز استاذ العلماء حضرت علامہ غلام جیلانی مدظلہ العالی کے عمرہ مبارکہ کی ادائیگی کیلئے حرمین شریفین روانگی پر انکے اسباق کا عاجز کی طرف انتقال اور لوگوں کے پیش آمدہ مسائل کے جوابات لکھنے میں اشتغال کے باعث اس سعادت کو نہ پا سکا پھر اول الذکر رسالہ سنیہ کی کمپوزنگ کی ذمہ داری حضرت مولانا اختر بلال نورانی سلمہ اللہ الباری کو اور پروف ریڈنگ کی ذمہ داری راقم کو سونپی گئی ۔اللہ رب العزت کی توفیق سے دونوں صاحبان اس سے عہدہ برآ ہوئے تو مترجم مکرم نے پہلی کوتاہی کو فروگذاشت کرتے ہوئے پھر اپنی شفقت وعنایت سے رسالہ مزبورہ پر التماس رقم مقدمہ کی تو راقم نے بایں سبب معذرت کا اظہار کیا کہ اردو زبان میں ترجمہ کرنے کے باوجود عامۃ الناس کا اس رسالہ کو" جس میں محبت وعشق کے اسرار و غوامض خالصتاً تصوف کے اسلوب وطریق پر بیان کئے گئے ہیں" سمجھنا تو در کنار عام علماء جن کو کتب تصوف سے مس نہیں انکی عقول بھی غالباً اس کے فہم سے قاصر ہوں پھر راقم کم علم، مقدمہ میں لکھے تو کیا لکھے لیکن پیہم اصرار پر ناچار اس راہ پڑا جانا۔

لہٰذا بطور اختصار پہلے بسلسلۂ محبت امور قلیلہ مذکور پھر بسلسلۂ عشق کچھ امور بصورت رموز مزبور ہوں گے

کہ افراط محبت موسوم بہ عشق ہے۔ فنحرر وباللہ التوفیق و بہ الاستعانۃ یلیق ۔

﴿ اہلِ لغت اور لفظِ محبت ﴾

اہل لغت کہتے ہیں کہ محبت "حبہ" سے ماخوذ ہے اور حبہ کے معنی "تخم" کے ہیں جو زمین پر گرتا ہے لہذا حب کا نام حب رکھا گیا کیونکہ اصل حیات اسی میں ہے جس طرح حب یعنی تخم اشجار و نباتات میں ہے۔ جس طرح میدان میں بیج کو بکھیرا جاتا ہے اور مٹی میں چھپایا جاتا ہے پھر اس پر پانی برستا ہے، سورج چمکتا ہے گرم و سرد موسم گزرتا ہے لیکن زمانے کے تغیرات اسے نہیں بدلتے جب وقت آتا ہے تو وہ تخم اُگتا ہے پھل و پھول دیتا ہے اسی طرح جب محبت کا بیج دل میں جگہ پکڑتا ہے تو اسے حضور و غیبت، ابتلاء و مشقت، راحت و لذت اور فراق و وصال کوئی چیز نہیں بدل سکتی۔

بعض کہتے ہیں کہ پاکیزہ اور صاف محبت کا نام حب ہے کیونکہ عرب " حب الاسنان " بولتے ہیں اور انکی مراد دانتوں کی سفیدی اور تر و تازگی ہوتی ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ " حباب الماء " سے ماخوذ ہے یعنی وہ مقام جہاں پانی زیادہ ہو لہذا اسے محبت اسلئے کہا گیا کہ دل میں جتنی اہم چیزیں ہیں ان میں سب سے بڑا حصہ اسی کا ہوتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ لفظ محبت "حبوب" سے ماخوذ ہے۔ جو "حبہ" کی جمع ہے اور حبۃ القلب دل کی وہ جگہ ہے جو لطائف کا مقام اور انکے قیام کی جگہ ہے اسی لئے محبت کا نام حب رکھا گیا لہذا محبت کا نام اسکے محل کے نام پر رکھا گیا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ لفظ محبت لازم ہونے اور ثابت ہونے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ عربی کا محاورہ ہے "احب البعیر" جب اونٹ بیٹھ جائے اور پھر نہ اٹھے اس صورت میں معنی یہ ہوئے کہ محب کا دل کسی وقت بھی محبوب کے ذکر سے نہیں ہٹتا۔

بعض کہتے ہیں کہ سخت بارش کے وقت جو بلبلے اٹھتے ہیں انھیں " حباب الماء " کہا جاتا ہے۔ اس بناء پر محبوب کی ملاقات کے جوش اور پیاس کے بھڑکنے کا نام محبت ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ محبت، حب سے مشتق ہے اور "حب" وہ دانہ ہے جس میں پانی بکثرت ہو اور اوپر سے وہ ایسا محفوظ ہو کہ چشموں کا پانی اس میں داخل نہ ہو سکے یہی حال محبت کا ہے کہ جب وہ طالب کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے تو اس کا دل اس سے پر ہو جاتا ہے پھر اس دل میں محبوب کے سوا کوئی جگہ نہیں رہتی۔

بعض کہتے ہیں کہ محبت کی اصل حب (مٹکا) ہے جس میں پانی ہوتا ہے۔ مٹکا اسے روکے

رکھتا ہے اسمیں صرف اس قدر پانی سما سکتا ہے جس سے وہ بھر جائے اسی طرح جب کسی کی محبت سے دل پر ہو جاتا ہے تو پھر اس دل میں محبوب کے سوا کسی اور کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہوتی۔

﴿دلیلِ محبت اور اسکی فضیلت﴾

معبود برحق عزوجل کی عباد اللہ سے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کی رب کریم سے محبت کے متعلق کثیر دلائل ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم و یحبونہ ۔

"تو عنقریب اللہ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے اللہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کرے گی"

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے. والذین امنوا اشد حبا للّٰہ۔

"اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرنے والے ہیں۔"

نیز ارشاد فرماتا ہے: قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فا تبعونی یحببکم اللّٰہ و یغفر لکم ذنو بکم۔

"آپ کہیئے اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمھارے گناہوں کو بخش دے گا"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی وہ ایمان کی مٹھاس کو پالے گا (۱) اللہ اور اسکا رسول اسکو باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہوں۔ (۲) جس شخص سے بھی اسکو محبت ہو وہ محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہو۔ (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے کیلئے ایک دوسری بستی میں گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ کو اسکے انتظار کیلئے بھیج دیا، جب اس شخص کا اس کے پاس سے گزر ہوا تو فرشتے نے پوچھا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے کہا اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے اس سے ملنے کا ارادہ ہے۔ فرشتہ نے پوچھا کیا تم نے اس پر کوئی احسان کیا ہے جسکی تکمیل مقصود ہے، اس نے کہا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ مجھے اس سے صرف اللہ کے لئے محبت ہے، تب اس فرشتے نے کہا میں تمھارے پاس اللہ کا یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تم اس شخص سے محض اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ بھی تم سے محبت کرتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے میں فلاں سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو، سو جبرئیل اس سے محبت کرتا ہے، پھر جبرئیل آسمان میں ندا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

فلاں سے محبت کرتا ہے، تم بھی فلاں سے محبت کرو، پھر آسمان والے بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر اسکے لئے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں اور رسول اللہ ﷺ مسجد سے جارہے تھے تو مسجد کی چوکھٹ کے پاس ہماری ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس نے کہایارسول اللہ ﷺ قیامت کب واقع ہوگی؟آپ نے فرمایا: تم نے اسکی کیا تیاری کی ہے وہ خاموش ہوگیا، پھر اس نے کہایارسول اللہ ﷺ! میں نے قیامت کے لئے زیادہ (نفلی) نمازیں، زیادہ (نفلی) روزے اور زیادہ (نفلی) صدقات تو تیار نہیں کیے، لیکن میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا تم کو جسکے ساتھ محبت ہوگی، اسی کے ساتھ رہو گے۔

﴿ اللّٰہ اکرم الاکرمین کے محبوبین ﴾

محسنین (نیکی کرنے والے)

ان اللّٰہ یحب المحسنین o

”بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“

توّابین (توبہ کرنے والے)

ان اللّٰہ یحب التوابین o

”بے شک اللہ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“

متقین (اللہ سے ڈرنے والے)

ان اللّٰہ یحب المتقین o

”بے شک اللہ (اللہ سے) ڈرنے والوں سے محبت کرتا ہے“

مطھرین (پاکیزگی حاصل کرنے والے)

واللّٰہ یحب المطھرین o

”اور اللہ پاکیزگی حاصل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے“

صابرین (صبر کرنے والے)

واللّٰہ یحب الصابرین o

"اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"

متوکلین (توکل کرنے والے)

ان اللّٰہ یحب المتوکلین ٥

"بے شک اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"

مقسطین (انصاف کرنے والے)

ان اللّٰہ یحب المقسطین ٥

"بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"

مقاتلین فی سبیل اللہ رب العالمیں (اللہ رب العلمین کی راہ میں لڑنے والے)

ان اللہ یحب الذین یقا تلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیا ن مرصو ص ٥

"بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اسکی راہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں"

متبعین سید المرسلین (سید المرسلین کی پیروی کرنے والے)

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ٥

"(اے محبوب) آپ کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت کرنے کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا"

مؤمنین کے نزدیک مدارج محبوبین

مؤمن سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔ اور اسکی تعظیم، تقدیس کرتا ہے پھر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے اور آپکی تعظیم و توقیر کرتا ہے پھر اپنے والدین کی تعظیم اور اطاعت کرتا ہے اسکے بعد اپنے نفس سے محبت کرتا ہے پھر اسکے بعد اپنے اہل وعیال، اقرباء، پڑوسیوں اور عام مسلمانوں سے محبت کرتا ہے، اسی طرح پہلے تعظیم اور محبت میں قرآن مجید کا مرتبہ ہے پھر احادیث کا، پہلے مسجد حرام کا مرتبہ ہے اور پھر مسجد نبوی کا۔ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ سے زیادہ افضل ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی دعا کے مطابق مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ سے زیادہ محبوب اور جس جگہ رسول اللہ ﷺ کا جسد اطہر آرام فرما ہے وہ جگہ کائنات کی ہر جگہ سے افضل ہے پھر اسکے بعد دیگر انبیاء کرام علیھم السلام اور اولیاء کرام کے مقابر

اور مزارات کے مراتب ہیں اور حدود شرع کے مطابق انکی تعظیم کرنا برحق ہے۔

﴿اللہ تعالیٰ کی محبت کا حصول جن نفوس قدسیہ کی محبت پر موقوف﴾

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اسکی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا ایمان کی علامت انصار سے محبت کرنا اور نفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے حضرت عبداللہ مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے اصحاب کے متعلق اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو طعن اور تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ جس نے ان سے محبت رکھی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت رکھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے حسن اور حسین (رضی اللہ عنھما) سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب اللہ کسی بندہ سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے تم اس سے محبت رکھو، تو جبرائیل اس بندہ سے محبت کرتا ہے پھر جبرائیل آسمان والوں میں ندا کرتا ہے کہ اللہ فلاں بندہ سے محبت کرتا ہے تم اس سے محبت رکھو تو آسمان والے بھی اس سے محبت رکھتے ہیں پھر اس بندہ کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کی محبت کے لیے رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنا، آپ کے اصحاب اور اہل بیت سے محبت رکھنا اور آپ کی امت کے اولیاء اللہ سے محبت رکھنا ضروری ہے اور جو شخص ان نفوس قدسیہ کی محبت سے محروم ہو وہ کبھی اللہ کی محبت حاصل نہیں کر سکتا۔

﴿اسباب محبت﴾

محبت پیدا کرنے کے بہت سے اسباب ہیں جن میں سے دس بڑے اہم ہیں۔

(۱) قرآن کو اس کے معنی سمجھ کر اور اسکی مراد سے آگاہ ہو کر تدبر کے ساتھ پڑھے۔

(۲) فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کی ادائیگی سے اللہ کے قرب کیلئے کوشاں ہو تا کہ محبوبیت کے مقام تک رسائی ہو۔

(۳) ہر حال میں اور ہمیشہ زبان، دل، عمل اور حال سے اللہ کا ذکر کرتا رہے جس قدر زیادہ ذکر کرے گا، محبت سے اسی قدر زیادہ حصہ پائیگا۔

(۴) خواہشات کے غلبہ کے وقت اپنے محبوب کی محبوب چیزوں کو اپنی پسندیدہ چیزوں پر ترجیح دے اور اپنی رغبت اور خواہش کو قربان کردے۔

(۵) دل سے اللہ کے اسماء صفات اور انکی معرفت کا مطالعہ ومشاہدہ کرے اور معرفت کے باغوں میں گھومتا رہے جو شخص اللہ کے افعال، صفات اور اسماء کو سمجھ لیتا ہے وہ لازماً اللہ سے محبت کرنے لگتا ہے۔

(۶) اللہ کے احسانات کا مشاہدہ کرے۔ اس کی ظاہری وباطنی نعمتوں پر غور کرے کہ اس سے بھی اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

(۷) اللہ کے حضور میں شکستہ دلی کے ساتھ عاجزی وانکساری اختیار کرے۔

(۸) اللہ کے انوار وتجلیات کو پانے کیلئے خلوت اختیار کرے، خلوت میں اللہ سے مناجات کرے خاص کر سحری کے وقت ادب واحترام سے مناجات میں مشغول رہے اور ذکر اور توبہ استغفار کرے۔

(۹) اہل محبت اور صادقین کی صحبت اختیار کرے، ان کی مجلس میں مؤدب رہے، ان کے روبرو گفتگو نہ کرے۔ اوران کے کلام وصحبت کے ثمرات کو حاصل کرے۔

(۱۰) ہر اس چیز سے دور ہو جائے جو اللہ اور اسکے دل کے درمیان رکاوٹ اور غفلت کا سبب بنے۔

﴿ علامات محبت ﴾

محبت کی متعدد علامات میں سے دس یہ ہیں۔

(۱) کشف اور مشاہدہ کے ذریعہ زیارتِ محبوب کی خواہش ہو، جو بھی محبوب سے دلی محبت رکھتا ہے وہ اس سے ملاقات اور اسکے مشاہدہ کی شدید خواہش رکھتا ہے جب محب یہ جان لیتا ہے کہ محبوب کا مشاہدہ اور اس سے ملاقات جنت میں ہوگی اور جس تک رسائی موت کے بغیر ممکن نہیں تو وہ موت سے محبت کرنے لگتا ہے کہ موت ملاقات کا ذریعہ ہے۔

(۲) اپنے ظاہر اور باطن میں اپنی پسندیدہ چیزوں پر اللہ کی پسندیدہ چیزوں کو ترجیح دے، اللہ کی طاعت وعبادت کو لازم پکڑے، سستی اور خواہشات کی اتباع سے اجتناب کرے کیونکہ جو اللہ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا۔

(۳) اللہ کا کثرت سے ذکر کرنا۔ زبان اور دل کسی حال میں ذکر سے غافل نہ ہو جو جس سے محبت کرتا ہے، اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

(۴) خلوت سے مانوس ہو، تلاوت اور مناجات باری سے انس رکھتا ہو، تہجد پابندی سے پڑھتا ہو، رات کے پرسکون اوقات کو غنیمت جانتا ہو، خلوت اور مناجات میں محبوب سے لذت وانس حاصل کرنا محبت کا معمولی درجہ ہے۔

(۵) ماسوی اللہ میں سے جو کچھ بھی فوت ہو جائے اس پر افسوس نہ کرے بلکہ جو وقت اللہ کی طاعت وعبادت اور ذکر سے خالی گزرے، اس پر افسوس کرے اور اپنی غفلت پر توبہ کرے۔

(۶) اللہ کی طاعت کو نعمت جانے، اس میں سرور و لذت محسوس کرکے عبادت کو بوجھ نہ جانے اور عبادت سے نہ تھکے۔

(۷) اللہ کے تمام بندوں پر مشفق ومہربان ہو اور اللہ کے دشمنوں پر سخت ہو۔

(۸) اللہ کی محبت میں خائف رہے، اللہ کی ہیبت اور عظمت اسکے دل پر غالب رہے، خوف محبت کی ضد نہیں، محبوب کی عظمت کے سبب، محب دہشت زدہ ہو جاتا ہے جس طرح خوبصورتی کو دیکھنے سے محبت پیدا ہوتی ہے اسی طرح عظمت کے مشاہدہ سے ہیبت پیدا ہوتی ہے۔

(۹) محبت کو چھپائے، محبت کے دعووں سے پرہیز کرے، اپنے محبوب کی عظمت وبزرگی کے باعث وجد ومحبت کا اظہار نہ کرے اور محبوب کی ہیبت اور اسکے راز کی غیرت کے سبب دعوی محبت نہ کرے۔

(۱۰) اللہ کے ساتھ انس پکڑنا اور راضی رہنا۔ اللہ کے ساتھ انس کی علامت یہ ہے کہ غیر سے مانوس نہ ہو اللہ کے ذکر میں لذت محسوس ہو، جماعت میں ہوتے ہوئے بھی خلوت کا احساس ہو اور اللہ ہی کی طرف دھیان لگا رہے۔

اقسام محبت

محبت کی مختلف وجوہ سے بہت سی اقسام ذکر کی گئی ہیں۔

محبت جانی بھی ہوتی ہے روحانی بھی، جسمانی بھی، احسانی بھی اور ایمانی بھی اور طغیانی بھی۔

نیز ایک محبت وہ جس پر ایمان کا دارومدار ہے۔ دوسری محبت وہ جو باعث ثواب ہے۔ تیسری وہ محبت جس پر نہ عذاب نہ ثواب چوتھی وہ محبت جو کفر ہے۔

علاوہ ازیں ایک خاص محبت دوسری عام، ایک خالص محبت دوسری ناقص، ایک ہم جنس سے محبت دوسری غیر جنس سے۔

مزید بالا اقسام محبت کتب علمائے کرام اور صوفیائے عظام میں مرقوم اور انکی تشریحات وامثلہ بھی موفور موجود مگر بخوف طوالت تحریر راقم عاجز صرف اقسام پر موقوف البتہ یہ ذکر ضرور منظور کہ یہ اقسام

کثیرہ دو میں محصور یعنی ایک شرعی محبت جو مقبول دوسری غیر شرعی جو محظور اسی طرح محبت کی ضد نفرت ہے یہ بھی شرعی اور غیر شرعی میں مقسوم سوال یہ مذکور کہ نہ ہر محبت اچھی ہوتی ہے نہ ہر نفرت ہی بری، بلکہ بعض محبتیں اچھی ہوتی ہیں تو بعض بری۔اسی طرح بعض نفرتیں بری ہوتی ہیں تو بعض اچھی اسکی توضیح یہ ہے کہ ہر وہ محبت جو شرعی ہو اچھی ہے اور جو غیر شرعی ہو بری ہے۔ یونہی جو نفرت شرعی ہو اچھی ہے جیسے کفر و شرک اور بدعت سیئہ وغیرہا سے نفرت اور جو غیر شرعی ہو بری ہے۔

اگر ہم محبت و نفرت کی حقیقت میں غور و فکر کریں ان دونوں کی حقیقت کے تناظر میں اصل روح کو سمجھنے کی کوشش و کاوش کریں اور کامل طریق پر عمل پیرا ہو جائیں تو یہ چیز ہمارے لئے دو جہاں میں کامیابی و کامرانی کا موجب ہو سکتی ہے، دنیا و آخرت میں ہم سرخروئی حاصل کر سکتے ہیں، فوز و فلاح کی منزل پر فائز ہو سکتے ہیں، اپنے معاشرہ کو امن اور چین کا گہوارہ بنا سکتے ہیں، اپنے ماحول میں سکون و سلامتی کے چراغ روشن کر سکتے ہیں۔

﴿ مراتب محبت ﴾

محبت کی ابتداء موافقت ہے پھر میل، پھر موانست، پھر مودت، پھر ہوی، پھر خلت پھر محبت، پھر شغف، پھر تیم، پھر ولہ اسکے بعد عشق۔

موافقت یہ ہے کہ خدا کے دشمنوں مثلاً دنیا اور شیطان اور نفس کو اپنا دشمن سمجھے اور خدا کے دوستوں سے دوستی رکھے انکی صحبت اختیار کرے تاکہ انکے دلوں میں گھر کرے۔ موانست یہ ہے کہ سب سے بھاگے اور ہر وقت خدا کی تلاش میں رہے۔ مودت یہ ہے کہ دل کی خلوت میں اور عجز و زاری میں اور اشتیاق و بیقراری میں مشغول رہے۔ ہوی یہ ہے کہ دل کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھے اور پانی پانی بنائے خلت یہ ہے کہ تمام اعضاء کو دوست سے پر اور غیر سے خالی کرے۔ محبت یہ کہ اوصاف ذمیمہ سے پاک اور اوصاف حمیدہ سے موصوف ہو۔ شغف یہ ہے کہ حرارت شوق کی شدت سے دل کا حجاب پارہ پارہ کردے اور آنسوؤں کو مخفی رکھے تاکہ محبت کا بھید کسی پر ظاہر نہ ہو تیم یہ ہے کہ اپنے آپ کو سراپا محبت بنائے اور تجرید ظاہری اور تفرید باطنی سے موصوف ہو جائے۔ ولہ یہ ہے کہ دل کے آئینے کو جمال دوست کے برابر رکھے اور اس کے جمال کے نشے میں مست رہے۔ اور ہمدردوں کی طرح رہے۔ عشق یہ ہے کہ اپنے آپ کو گم کرے اور بیقرار رہے۔

حضرت شہاب الدین نوری فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے جذبہ پسندیدگی پیدا ہوتا ہے۔ اسکے بعد قرب و نزدیکی کی خواہش پیدا ہوتی جو مودت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد محبت ہوتی ہے،

پھر درجہ ہوتی ہے اور اسکے بعد عشق کا، لیکن عشق آخری منزل نہیں کیوں کہ عشق بڑھ جانے کے بعد تتیم ہو جاتا ہے اور تتیم میں زیادتی ہونے سے ولہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور جنون کا درجہ غالب ولہ کے بعد ہے۔

بعض کتب میں مراتب محبت کا ذکر یوں ہے۔

رَبْط: یہ قلب کا محبوب کے ساتھ متعلق ہونا ہے۔

ارادہ: ارادہ یہ ہے کہ دل محبوب کی طرف مائل ہو اور اس کا طالب ہو۔

حُبابہ: حبابہ یہ ہے کہ قلب محبوب کی طرف اس قدر راغب ہو کہ دل میں ہر وقت محبوب کی یاد اسی طرح پھوٹتی ہو، جسطرح چشمہ سے پانی پھوٹتا ہے۔

غرام: غرام اسے کہتے ہیں کہ محبت اس طرح جاگزیں ہو جائے کہ کبھی دل سے جدا نہ ہو جس طرح قرض خواہ مقروض سے جدا نہیں ہوتا۔

وداد: یہ صاف اور خالص محبت کا نام ہے۔

شغف: شغف یہ ہے کہ محبت دل کے پردوں میں سرایت کر جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شغف یہ ہے کہ محب کو محبوب کی کوئی چیز ظلم نہ لگے بلکہ عدل وانصاف ہی معلوم ہو۔

عشق: یہ محبت کی انتہائی کیفیت ہے جسکی بدولت عاشق کی ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے۔

تتیُّم: اسمیں محبت کے سبب عجز وانکساری اور بندگی وذلت اختیار کی جاتی ہے

تعبُّد: یہ تتیم سے بھی بلند ہے کہ اس میں محب کے لئے اپنے نفس میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔

خُلّت: اس مرتبہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سید الانبیاء والمرسلین حضور اقدس ﷺ منفرد ہیں۔ یہ وہ مرتبہ ہے کہ محبت دل اور روح کے اندر داخل ہو جائے اور محبوب کے غیر کے لئے گنجائش نہ رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق حدیث میں وارد ہے کہ آپ بکریوں کے پانچ ہزار ریوڑ اور پانچ ہزار غلاموں کے مالک تھے، فرشتوں کو تعجب ہوا کہ مرتبہ خلت پر فائز ہونے کے باوجود دنیوی مال ومتاع کی اتنی کثرت۔ اللہ تعالی کو منظور تھا کہ فرشتوں کو آپ کی خالص محبت کا مشاہدہ کرا کے یہ بتایا جائے کہ دنیوی مال ومتاع کی کثرت حقیقی محبت کے منافی نہیں جبکہ محب کو اس مال ومتاع کے ساتھ لگاؤ نہ ہو چنانچہ ایک دن آپ بکریوں کے ریوڑ کے پیچھے تشریف لے جارہے تھے۔ حفاظت کے لئے ریوڑوں کے ساتھ کتے بھی تھے جن میں سے ہر ایک کے گلے میں سونے کا پٹہ پڑا ہوا تھا انسانی شکل میں ایک فرشتہ نازل ہوا۔ اس نے ذکر الٰہی بایں الفاظ شروع کیا "سبوح قدوس رب الملائکة

درود ہے۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام محبوب حقیقی کا نام سن کر پر کیف ہو گئے۔ ذکر محبوب سے پر لطف ہونے کے لئے فرمایا اے شخص دوبارہ میرے رب کا ذکر کر اور میرا نصف مال تیرے لئے ہے اس فرشتے نے پھر وہی ذکر کیا آپ نے فرمایا پھر میرے رب کا ذکر کر اب کی مرتبہ تیرے لئے کل مال ہے اس وقت فرشتوں کا تعجب زائل ہوا۔

«دائمی وباقی محبت اور عارضی وفانی محبت»

تحقیق یہ ہے کہ محبت خیر اور کمال سے ہوتی ہے۔ اور نفرت شر اور نقصان سے ہوتی ہے۔ پھر خیر اور کمال مادی اور جسمانی چیزوں میں بھی ہوتا ہے اور چونکہ مادی اور جسمانی چیزیں حادث اور تغیر پذیر ہوتی ہیں اس لئے مادی اور جسمانی چیزوں کے کمال اور ان کے حسن وجمال اور ان کی منفعت اور فائدہ کی وجہ سے جو محبت ہو تو جب ان چیزوں کا حسن اور کمال جاتا رہے گا اور ان کی افادیت زائل ہو جائے گی تو ان کی محبت بھی زائل ہو جائے گی جو شخص کسی سے اس کے حسن وجمال یا مال ودولت کیوجہ سے محبت کرتا ہے تو جب اس کا حسن وجمال زائل ہو جائے گا یا اس کا مال ختم ہو جائے گا تو اس سے محبت بھی زائل ہو جائے گی۔

اسی طرح خیر اور کمال مجرد اور روحانی چیزوں میں بھی ہوتا ہے، جیسے روحانیت، سعادت، علم وحکمت، عبادات، ریاضت، تقویٰ اور پرہیزگاری رسول اللہ ﷺ کی صفت مبارکہ، اللہ عزوجل کی صفت قدسیہ، اس کا قرب اور اس کی توجہ، یہ دائمی اور سرمدی کمالات ہیں تو جو شخص ان کمالات کی وجہ سے محبت کرتا ہے تو یہ کمال دائمی ہے اس پر یہ محبت بھی دائمی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مادی کمال کی وجہ سے محبت عارضی اور فانی ہوتی ہے اور روحانی کمال کی وجہ سے محبت باقی اور دائمی ہوتی ہے۔ لوگ دنیاداروں سے جو محبت کرتے ہیں وہ ان کی دنیا زائل ہونے یا ان کے مر جانے کے بعد زائل ہو جاتی ہے اور جو لوگ اولیاء اللہ سے ان کے روحانی کمال کی وجہ سے محبت کرتے ہیں وہ محبت ان کے وصال کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔ لاہور میں بہت وسیع وعریض جہانگیر کا مقبرہ بھی ہے اور حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مزار پرانوار بھی ہے۔ جہانگیر کا مقبرہ ویران پڑا رہتا ہے اور حضرت علی ہجویری کے مزار پر دن رات زائرین اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں کا ہجوم رہتا ہے۔ قرآن مجید نے اس طرف اس آیت میں اشارہ فرمایا ہے۔ الاخلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الاالمتقین ہ

"قیامت کے دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے ماسوا متقین کے۔"

ایک دفعہ کسی قبر پر ایک شخص رو رہا تھا، وہاں کسی اہل طریقت کا گزر ہوا، اس نے رونے کا سبب دریافت کیا، رونے والے شخص نے کہا یہ میرے محبوب کی قبر ہے اسکی جدائی پر آہ وبکا کر رہا ہوں۔ اس اہل

طریقت نے کہا تو نے اپنے آپ پر ظلم کیا جو کسی فنا ہو جانے والے کو اپنا محبوب بنایا، اگر تو اس حی لایموت (اللہ تعالیٰ) سے محبت کرتا تو جدائی کے اس عذاب سے بچ جاتا۔ اکثر ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ لوگ اپنے محبوب کے وصال کے بعد ناامیدی اور ناکامی کی بناء پر خودکشی کر لیتے ہیں، یہ سب فانی محبت کے سبب سے ہے۔

محبت کی تعریف اور اسکا معنی وحقیقت

اللہ تعالیٰ کی محبت انتہائی بلند مقام اور مرتبہ ہے اس سے آگے جو بھی مقام ہے وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ جیسے رضا، شوق، انس وغیرہا۔ مقام محبت سے پہلے جتنے بھی مقام ہیں، وہ اس مقام کے لئے مقدمہ اور ابتدائی امور ہیں جیسے توبہ، صبر اور زہد وغیرہا۔

محبت کی واضح تعریف نہیں کی جا سکتی، تعریف سے محبت کی وضاحت کے بجائے اس کی پوشیدگی بڑھتی ہے، اس کی تعریف اس کا وجود ہے کیونکہ تعریف علم کی ہوتی ہے جبکہ محبت ایک ذوقی حالت ہے جس کا اہل محبت کے دلوں پر فیضان ہوتا ہے۔ محبت کا علم اس کا ذائقہ چکھے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کے بارے میں جس نے جو بھی کہا اس نے محبت کے اثرات، اسباب اور ثمرات کو بیان کیا۔

شیخ الاکبر محی الدین ابن عربی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں لوگوں نے محبت کی مختلف تعریفیں کی ہیں مگر کسی نے بھی اس کی حقیقی اور ذاتی تعریف نہیں کی کہ یہ ناممکن ہے۔ اس کی تعریف میں جو کچھ بھی کہا گیا وہ محبت کے اثرات، لوازمات اور نتائج ہیں۔

ابوبکر کتانی علیہ رحمۃ اللہ الھادی فرماتے ہیں ایک حج کے موقع پر صوفیاء کے درمیان محبت کا موضوع چل نکلا، ان میں حضرت جنید بغدادی علیہ رحمۃ اللہ المتعالی بھی تھے اور آپ سب سے کم عمر تھے۔ لوگوں نے کہا اے عراقی اتم بھی اس بارے میں کچھ ہو تو امام الطائفہ سیدنا جنید بغدادی رو پڑے پھر ایک گہری سانس بھر کے فرمایا محب وہ ہے جو اپنی ذات سے نکل گیا ہو رب کے ذکر سے متصل ہو، اللہ کے حقوق کی ادائیگی پر کمر بستہ ہو، دل سے اللہ کی طرف دیکھنے والا ہو، اللہ کے انوار ہیبت اور اللہ کی محبت کی خالص شراب نے اسکے دل کو جلا دیا ہو، غیب کے پردوں سے اس کے لئے اللہ کا کشف ہوتا ہو، وہ بات کرتا ہو یا حرکت کرتا ہو تو اسی کے حکم سے، سکون پاتا ہو تو اسی کے ساتھ الغرض اسکا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہو، یہ سن کر تمام اہل مجلس رونے لگے اور کہنے لگے محبت کے بارے میں اس سے زیادہ نہیں کہا جا سکتا، اے تاج العارفین! اللہ تجھے جزا دے۔

حضرت استاذ ابوالقاسم قشیری علیہ رحمۃ اللہ الولی فرماتے ہیں۔ ''محبت یہ ہے کہ محب اپنی

تمام صفتوں کو محبوب کی طلب اور اس کی ذات کے اثبات میں فنا کردے۔"

حضرت بایزید بسطامی علیہ رحمۃ اللہ الباری فرماتے ہیں۔ "محبت یہ ہے کہ محب اپنے بہت کو تھوڑا جانے اور محبوب کے تھوڑے کو بہت جانے"

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری علیہ رحمۃ اللہ اعلی فرماتے ہیں۔ "محبت یہ ہے کہ محبّ، محبوب کی طاعت ہی میں ہم آغوش رہے اور اسکی مخالفت سے ہمیشہ بچتا رہے۔"

حضرت ابو عبداللہ قرشی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں:

حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو بالکلیہ محبوب کے حوالے کردے، یہاں تک کہ تیرے پاس اپنی ذات میں سے کچھ بھی نہ رہے۔

حسین بن منصور علیہ رحمۃ اللہ الغفور فرماتے ہیں:

حقیقی محبت یہ ہے کہ تو اپنے تمام اوصاف کو بالائے طاق رکھ کر اپنے محبوب کے ساتھ قائم رہے۔

محمد بن فضل علیہ رحمۃ اللہ الحق فرماتے ہیں:

محبت یہ ہے کہ محبوب کی محبت کے سوا ہر قسم کی محبت دل سے دور ہو جائے۔

واضح ہو کہ علماء نے محبت کا معنی بیان کرنے میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ محبت ارادہ کی مترادف ہے، جس کے معنی مائل ہونے کے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا بندوں سے محبت رکھنا ان کے ساتھ بخشش کا ارادہ کرنا ہے اور بندوں کا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اسکی اطاعت کا ارادہ کرنا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ ہماری محبت اللہ کے ساتھ ایک کیفیت روحانیہ ہے جو اس کمال مطلق کے تصور پر مترتب ہوتی ہے، جو اس کو حاصل ہے اور وہ کیفیت حضرت قدس (اللہ تعالیٰ) کی طرف توجہ تام ہونے کی مقتضی ہو اور غیر اللہ کے لئے ہماری محبت وہ کیفیت ہے جو اسکی لذت یا منفعت یا مشاکلت کے کمال کے تخیل مستمر پر مترتب ہو جیسے کہ عاشق کو معشوق کے ساتھ اور منعم علیہ کو منعم کے ساتھ اور والد کو اپنے ولد کے ساتھ اور دوست کو دوست کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ نیز منقول ہے کہ محبت کی تفسیر طاعت سے کرنا خلاف ظاہر ہے۔ کیونکہ طاعت، محبت کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ پس ضروری ہے کہ محبت، طاعت سے مقدم ہو پھر محبت والا اطاعت کرتا ہے۔

محبت کا مستحق خاص اللہ تعالیٰ ہے اللہ کے سوا کسی اور چیز سے محبت کرنا جہل اور معرفت الٰہی حاصل نہ ہونے کے سبب سے ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت عین اللہ کی محبت ہے کہ یہ عین ایمان ہے۔ اسی طرح علماء اور اتقیاء کی محبت محمود ہے۔ کیونکہ محبوب کا محبوب اور محبوب کا قاصد اور محبوب

کا محبت عزیز ہوتا ہے، اور یہ سب محبتیں حب الاصل کی طرف راجع ہوتی ہیں پس اہل بصائر کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی محبوب حقیقی نہیں ہے۔

واضح ہو کہ آخرت میں سب سے اچھی حالت اسکی ہوگی جسکے دل میں سب سے زیدہ اللہ کی محبت ہوگی کیونکہ آخرت کا معنی ہے اللہ کے حضور میں جانا اور اسکی ملاقات کا شرف حاصل کرنا پھر محب کے واسطے اس سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہوگی کہ وہ طول شوق کے بعد اپنے محبوب کے پاس جارہا ہے اور ابد الآباد تک کے لئے اس کے دیدار سے مشرف ہونے والا ہے۔ مگر یہ نعمت بمقدار اس کی محبت کے ہوگی۔ پس جتنی زیادہ محبت ہوگی اتنی ہی زیادہ لذت ہوگی۔

مخلوق کے کمال کی معراج یہ ہے کہ وہ اللہ سے محبت کرے اور اللہ کی ان پر عنایت یہ ہے کہ وہ ان سے محبت کرے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے حصول کے لئے تمام مخلوق پر یہ واجب کر دیا ہے کہ وہ سیدنا محمد ﷺ کی اتباع اور آپ کی اطاعت کریں۔

علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

انسان جس چیز کو اپنے گمان کے مطابق اچھا گمان کرے اس چیز کے ارادہ کرنے کو محبت کہتے ہیں، اسکی تین صورتیں ہیں انسان لذت کی وجہ سے محبت کرتا ہے، جیسے انسان عمدہ کھانوں اور حسین عورتوں سے محبت کرتا ہے اور کبھی انسان نفع کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے انسان اطباء اور حکماء سے محبت کرتا ہے اور کبھی انسان فضل اور کمال کی وجہ سے محبت کرتا ہے جیسے انسان علماء اور اولیاء اللہ سے محبت کرتا ہے۔ کبھی ایک چیز کو دوسری پر ترجیح دینے کو بھی محبت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

الذین یستحبون الحیاۃ الدنیا علی الاخرۃ ۰

"جو لوگ دنیاوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں"

اللہ تعالیٰ جو بندے سے محبت کرتا ہے اس کا معنی ہے وہ ان پر انعام واکرام کرتا ہے۔ اور اسکو اپنی رحمت اور مغفرت سے نوازتا ہے۔ جیسے فرمایا:

و اللہ یحب المحسنین "اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (یعنی ان کو ثواب عطا فرماتا ہے)

اور جو اللہ سے محبت کرتا ہے اس کا معنی ہے بندہ اللہ کے قرب اور اسکی رضا کا طالب ہے۔

علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی لکھتے ہیں:

ابن عرفہ نے کہا اہل عرب کے نزدیک کسی شے کے ارادہ اور اس کے قصد کو محبت کہتے ہیں۔ ازھری نے کہا اللہ اور اسکے رسول کی محبت کا معنی یہ ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے اور ان کے

احکام پر عمل کیا جائے اور اللہ تعالی کی بندوں سے محبت کا معنی یہ ہے کہ وہ اسکو اپنی مغفرت سے نوازے۔

سہل بن عبداللہ نے کہا اللہ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن سے محبت کی علامت نبی کریم ﷺ سے محبت کرنا ہے اور نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامت سنت سے محبت کرنا ہے اور ان سب سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت یہ ہے کہ قدر ضرورت کے علاوہ دنیا سے بغض رکھے۔

امام رازی لکھتے ہیں :

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اللہ تعالی سے محبت کرنا جائز ہے اور اللہ تعالی پر محبت کرنے کا اطلاق جائز ہے جیسا کہ مذکور الصدر آیات (جو خطبہ میں مذکور ہیں) میں ہے۔اسی طرح احادیث میں ہے ،روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لئے آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کیا تم نے کہیں دیکھا ہے کہ ایک خلیل نے اپنے خلیل کی جان لی ہو۔تب اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ کیا تم نے یہ دیکھا ہے کہ ایک خلیل اپنے خلیل سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہو ؟تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا!اے ملک الموت اب میری روح کو قبض کر لو۔

نیز روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا ، یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی ؟آپ نے فرمایا تم نے قیامت کی کیا تیاری کی ہے ؟اس نے کہا میں نے زیادہ نمازوں اور روزوں کی تیاری تو نہیں کی البتہ میں اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انسان اسی کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت رکھے۔حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر مسلمان اسقدر خوش ہوئے کہ میں نے انھیں اسلام لانے کے بعد کسی اور چیز سے اس قدر خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تین ایسے شخصوں کے پاس سے گزر ہوا جو بہت نحیف اور لاغر تھے ،اور ان کا رنگ متغیر ہو گیا تھا حضرت عیسیٰ نے پوچھا تمھاری یہ حالت کیسے ہو گئی ؟انھوں نے کہا جہنم کے خوف سے !حضرت عیسیٰ نے فرمایا ، اللہ تعالی پر (اس کے وعدہ کی وجہ سے) یہ حق ہے کہ وہ جہنم سے ڈرنے والے کو جہنم سے امان میں رکھے۔پھر عیسیٰ علیہ السلام نے تین اور شخص دیکھے۔جن کا حال ان سے بھی زیادہ پتلا تھا،آپ نے ان سے پوچھا تمھارا یہ حال کیسے ہو گیا؟ انھوں نے کہا جنت کے شوق کی وجہ سے ،حضرت عیسیٰ نے فرمایا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ تم کو تمھاری امید کے مطابق عطا فرمائے ،پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تین ایسے شخصوں پر گزر ہوا جو ان سب سے زیادہ دبلے اور کمزور تھے اور ان کے چہرے نورانی آئینوں کی مانند تھے ،حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا

تم لوگ اس درجہ پر کیسے پہنچے؟ انھوں نے کہا اللہ سے محبت کرنے کی وجہ سے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تم لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہو گے۔

امام رازی نے عبادت گزاروں کے جو تین مراتب بیان کئے ہیں یہ برحق ہیں اور جو شخص معرفت الٰہی میں ڈوبا ہوا ہو اور اخلاص کا پیکر ہو اور دنیا کی تمام نعمتوں اور لذتوں سے حظ حاصل نہ کرتا ہو اور ہر کام اور ہر مشغلہ میں صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے مشغول ہو، کھانے پینے اور عمل ازدواج میں اسے کوئی لذت اور سرور حاصل نہ ہو بلکہ ان کاموں میں وہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی وجہ سے مشغول ہو اسکی لذت اور اسکا سرور صرف اطاعت الٰہی کا جذبہ ہو، وہ اپنی طبیعت اور اشتہا کی وجہ سے عمدہ اور لذیذ کھانوں، خوبصورت ملبوسات اور اپنی بیوی سے عمل ازدواج اور بچوں کے پیار کا شوق نہ رکھے بلکہ ہر تعلق اور ہر نسبت میں صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت ہی اسکا ذوق و شوق اور اسکی غرض وغایت ہو تو ایسا شخص یہ کہے کہ میرا مقصد صرف اللہ عزوجل کی ذات کا دیدار، اس سے ملاقات، اس سے مناجات اور اسکی معرفت ہے، نہ مجھے دوزخ سے نجات کی طلب ہے نہ جنت کے حصول کی، تو وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ لیکن جس شخص کو اچھے کھانے کھا کر لطف اور مزہ آتا ہو، جو عمل ازدواج میں لذت پاتا ہو اور جو اچھے کپڑے پہن کر خوش ہوتا ہو اور جسکو اپنے بچوں سے پیار کر کے راحت اور سکون ملے وہ یہ کہے کہ مجھے جنت نہیں چاہئے صرف اللہ کا دیدار چاہئے اور جنت کا حقارت سے ذکر کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور بناوٹی صوفی ہے۔

ہر چند کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کے اطلاق کے جواز پر امت کا اتفاق ہے لیکن محبت کے معنی میں اختلاف ہے۔ جمہور متکلمین نے یہ کہا کہ محبت ارادہ کی ایک قسم ہے اور ارادہ کا تعلق صرف ممکنات سے ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے محبت کا تعلق محال ہے اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خدمت یا اللہ تعالیٰ کے ثواب اور احسان سے محبت کرتے ہیں اور عرفاء یہ کہتے ہیں کہ بندہ کبھی اللہ تعالیٰ سے محض اسکی ذات کی وجہ سے محبت کرتا ہے اور اسکی خدمت سے محبت کرنا یا اس کے ثواب سے محبت کرنا یہ اس سے کم تر درجہ ہے۔ علماء متکلمین جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت کرنے کا مطلب اس کی خدمت یا اس کے ثواب سے محبت ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ لذت لذاتہا محبوب ہوتی ہے، مثلاً جب کسی شخص سے پوچھا جائے کہ تم محنت مزدوری کیوں کرتے ہو؟ تو کہے گا حصول مال کیلئے، پھر پوچھا جائے کہ تم مال کیوں طلب کرتے ہو؟ وہ کہے گا کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں کے لئے اور جب کہا جائے کہ ان چیزوں

کو کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ لذت کے حصول اور تکلیف کو دور کرنے کیلئے اور جب پوچھا جائے کہ حصول لذت اور دفع تکلیف کو کیوں طلب کرتے ہو؟ تو وہ کہے گا کہ لذت کو حاصل کرنا اور الم اور تکلیف کو دور کرنا لذاتہ مقصود ہے اس کا کوئی سبب نہیں ہے۔ سو جو علماء یہ کہتے ہیں کہ اللہ سے محبت اسکے احسان اور ثواب کی وجہ سے ہے اور یہ محبت اسکی خدمت اور اسکی اطاعت سے ہے سو اس کی یہی وجہ ہے کہ اس کے احسان اور ثواب میں لذت ہے اور عذاب کی کلفت کا دور ہونا ہے اور یہ لذت اور دفع الم اس کی اطاعت اور خدمت پر موقوف ہے، اس لئے ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے سے محبت کرتے ہیں اور یہی اللہ سے محبت کرنے کا مطلب ہے۔

اسکے مقابلے میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ اللہ سے صرف اس کی ذات کی وجہ سے محبت کرنی چاہئے، یہ عرفاء اور متصوفین کا نظریہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم رستم اور سہراب کی بہادری کے قصے سنتے ہیں تو ان کی بہادری کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہ سے ان کے علم کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔ حاتم کو اس کی سخاوت کی وجہ سے چاہتے ہیں، حسینوں سے ان کے حسن کی وجہ سے محبت کرتے ہیں، لیکن ان تمام صفات کمالیہ کا خالق اور اکمل الکاملین تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو جب ہم صفات کمالیہ کی وجہ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ ان صفات کمالیہ کی بنا پر اس سے محبت کی جائے۔

﴿ بیان عشق ﴾

علماء اہلحدیث سے شیخ وحید الزمان حیدر آبادی لفظ عشق کے متعلق لکھتے ہیں

یہ لفظ قرآن اور حدیث میں کہیں نہیں آیا مگر صوفیہ کی کتابوں میں بہت مستعمل ہے۔

اہلحدیث حضرات کے شیخ موصوف کی لفظ عشق کے متعلق اس تحقیق کو پڑھ کر محفوظ کرنے سے قبل دیوبندی حضرات کے مفتی محمد شفیع صاحب کی تحقیق بھی پڑھ لیجیے۔

مفتی موصوف لکھتے ہیں:

عشق ایک عام لفظ ہے کہ ہر خاص وعام، عالم وجاہل، صغیر وکبیر سب کی زبانوں پر جاری ہے لیکن اسکی حقیقت ایک لاینحل معمہ سے کم نہیں، اس میں شبہ نہیں کہ قرآن کریم میں اس لفظ کا استعمال نہیں کیا گیا، ذخیرہ حدیث میں بھی بجز ایک ضعیف روایت کے جسکو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لیا ہے اور کہیں نظر سے نہیں گزرا اس بناء پر بعض علماء نے مطلقاً عشق کو مذموم قرار دیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ عشق افراط محبت کا نام ہے اور محبت جبکہ اسکا تعلق خدا تعالیٰ اور اس کے رسول وغیرہ کے ساتھ

ہو تو ایک فرد واجب ہے اور کسی محل مباح کے ساتھ ہو تو مباح ہے ایسی صورت میں اگر محبت کی حد سے تجاوز ہو کر عشق کی حد تک پہنچ جاوے تو گو یہ مطلوب فی الدین نہیں مگر محمود ضرور ہے، مذموم نہیں کہہ سکتے۔ واللہ اعلم

اب علماء دیوبند سے حکیم الامت شیخ اشرف علی تھانوی صاحب کی تحقیق ملاحظہ فرمایئے۔

الحدیث (من عشق فعف وکتم فمات مات شہید) وردہ فی المقاصد باسانید متعددۃ تکلم فی بعضھا وقرر بعضھا فقال اخرجہ الخرائطی والدیلمی وغیرھما ولفظہ عند بعضھم (من عشق فعف فکتم فصبر فمات فھو شھید) ولہ طرق عند البیھقی۔

حدیث "جو شخص (کسی پر بلا اختیار) عاشق ہو جاوے پھر عفیف رہے اور پوشیدہ رکھے پھر مر جاوے وہ شہید مرے گا" اس حدیث کو مقاصد میں متعدد سندوں کے ساتھ وارد کیا ہے جن میں سے بعض میں کلام کیا ہے اور بعض کو برقرار رکھا ہے چنانچہ (جن کو برقرار رکھا ہے ان کے متعلق کہا ہے کہ) اس کو خرائطی اور دیلمی نے اور انکے علاوہ اوروں نے بھی روایت کیا ہے اور حدیث کے لفظ ان مذکورین میں بعض کے نزدیک یہ ہیں کہ "جو شخص عاشق ہو جاوے پھر عفیف رہے اور پوشیدہ رکھے اور صبر کرے پھر مر جاوے تو وہ شہید ہوتا ہے۔" اور بیہقی کے نزدیک اس کے چند طرق ہیں۔

نیز لکھتے ہیں مقاصد حسنہ میں خطیب و جعفر سراج وابن مرزبان و دیلمی و طبرانی و خرائطی و بیہقی سے کسی قدر تضعیف کے ساتھ کہ بعد تعدد طرق وہ ضعف شدید نہیں رہتا بایں الفاظ وارد کیا ہے

من عشق فعف فکتم فصبر فمات فھو شھید"

راقم الحروف کہتا ہے کہ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں :

من عشق فعف ثم مات مات شھیدا۔ رواہ الخطیب عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا، کنز العمال ج/۴ ص/ ۴۱۶

نیز ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں :

من عشق وعف و کتم فھو شھید۔ (التذکرۃ ص/ ۱۷۹)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں :

من عشق فظفر فعف فمات مات شھیدا۔ (المقاصد الحسنۃ ص/ ۴۱۶)

اور امام دیلمی بلا سند حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً عشق کے متعلق ایک حدیث لائے ہیں جسکے الفاظ یہ ہیں۔ العشق من غیر ریبۃ کفارۃ للذنوب۔ (المقاصد الحسنۃ ص/ ۴۱۷)

علماء دیوبند نے حکیم الامت شیخ تھانوی صاحب کی تحریر یادر انوادر سے خود دیوبندی حضرات کے مفتی محمد شفیع صاحب کے قول "ضعیف روایت" کی تردید کے ساتھ ساتھ اہلحدیث حضرات کے شیخ وحید الزمان حیدرآبادی صاحب کے قول "حدیث میں کہیں نہیں آیا" کا بطلان بھی ظاہر ہو گیا دیگر حوالہ جات جاننے کیلئے " الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ المعروف بالموضوعات الکبری ص ۲۳۹،۲۳۸" "المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ ص ۴۱۷،۴۱۶" اور "اللالی المنثورۃ فی الاحادیث المشھورۃ المعروف بالتذکرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ ص ۱۸۰،۱۷۹" کے علاوہ اس حدیث کے متعلق ایک مستقل رسالہ "درء الضعف عن حدیث من عشق فعف" کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

اب حدیث مذکور کی تشریح ملاحظہ فرمایئے:

اس حدیث میں دو مسئلے ہیں۔ پس یہ کہ عشق غیر اختیاری مطلقاً مذموم نہیں (جیسا بعض خشک مزاج اسکو عیوب میں سے کہہ کر عاشق کو حقیر وذلیل سمجھتے ہیں) اور مذموم کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ شہادت تک پہنچاتا ہے اس طرح سے کہ کسی فعل کو اس میں دخل نہیں اور ایسی چیز (بدوں کسی کے فعل کے دخل کے شہادت تک پہنچاوے) مذموم نہیں ہو سکتی (یہ قید اس سے لگائی کہ مطلقاً سبب شہادت کو غیر مذموم نہیں کہہ سکتے چنانچہ کافر کا کسی مسلمان کو قتل کر دینا اسباب شہادت سے ہے اور پھر مذموم ہے) اور اسی وجہ سے بعض اہل طریقت کو دیکھتے ہو کہ وہ اس عشق کی مدح کرتے ہیں اور اسکو اسباب وصول الی المقصود میں سے کہتے ہیں۔

جیسا کہ عارف جامی فرماتے ہیں۔

متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست ☆ کہ آں بہر حقیقت کارسازی ست

ترجمہ عشق سے اعراض نہ کر اگرچہ وہ مجازی ہو کیونکہ وہ عشق حقیقی کیلئے سبب ہے۔

اور جیسا عارف رومی فرماتے ہیں۔

عاشقی گرزیں سر وگرزاں سرست ☆ عاقبت مارا بداں شہ رہبرست

ترجمہ عشق اگر اس شے کا ہو یا اس شے کا (غرض کہ کسی شے کا ہو محمود ہے کیونکہ) آخر کار ہمارے لئے اس شاہ (محبوب حقیقی) کی طرف رہبر ہے۔

اور اس حدیث کا مضمون اس کے مناسب بھی ہے اسلئے کہ شہادت وصول الی اللہ کی فرد اعظم ہے (پس شہادت کا سبب بن جانا وصول الی اللہ کا سبب بن جانا ہے)

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس عشق کے محمود و موصل الی المقصود ہونے کی شرط عاشق کا عفیف رہنا اور اسکا اخفاء اور صبر کرنا ہے اور ان سب کا حاصل یہ ہے کہ ہوائے نفسانی کا تارک رہے اور (اسکی تفصیل میں) محققین نے تصریح کی ہے کہ عشق مجازی کا عشق حقیقی کی طرف موصل ہونا اس شرط سے مشروط ہے کہ معشوق مجازی کی طرف اصلا التفات نہ کرے، نہ اسکی طرف نظر کرے نہ اسکا کلام سنے حتیٰ کہ اسکی طرف قلب سے بھی توجہ نہ کرے (اور اسکا تصور دل میں نہ لائے) اور یہی مراد ہے جامی کے قول سے جو شعر بالا کے متصل ہی فرمایا ہے۔

ولے باید کہ در صورت نہ مانی ☆ وزیں پل زود خود را بگذرانی

ترجمہ لیکن یہ ضرور ہے کہ صورت (یعنی عشق مجازی) میں نہ رہ جائے تو (کیونکہ یہ مثل پل کے ہے) اور اس پل سے بہت جلد گذر جانا چاہیئے۔

اور عارف رومی کے قول سے جو شعر بالا کے تھوڑی دور بعد فرمایا۔

عشقہائے کز پے رنگے بود ☆ عشق نہ بود عاقبت ننگے بود

ترجمہ جو عشق رنگ و روپ کی وجہ سے ہوتا ہے وہ (حقیقت میں) عشق نہیں بلکہ اسکا انجام ندامت ہے۔

اور راز اس (ایصال اور شرط فراق) میں یہ ہے کہ وصول الی المقصود الحقیقی کی شرط اعظم ماسوا سے قطع تعلقات کرنا ہے اور عشق بجز محبوب کے سب سے تعلقات کو قوت کے ساتھ قطع کر دیتا ہے۔ جیسے عارف رومی فرماتے ہیں:

عشق آں شعلہ ست کہ چوں بر فروخت ☆ ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

(تو محبوب کا ماسوا تو اس عشق سے فنا ہو گیا) پھر جب اپنے نفس وال سے بھی بالکل بعید کر دیا اور (مراقبات و اذکار سے) ہمہ تن محبوب حقیقی کی طرف توجہ کر کے اس کے قریب کر دیا تو اس محبوب سے بھی انقطاع تعلق ہو گیا۔ بس تعلقات رخصت ہو گئے اور صرف واحد محبوب حقیقی باقی رہ گیا جیسا شعر بالا کے بعد مولانا رومی فرماتے ہیں۔

تیغ لا در قتل غیر حق براند ☆ در نگر آخر کہ بعد لا چہ ماند

ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت ☆ مرحبا اے عشق شرکت سوز رفت

اور حاصل اس شرط کا عفاف ہے باقی کتمان وصبر یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کیونکہ منجملہ عفاف یہ بھی ہے کہ محبوب کو رسوا نہ کرے (جیسا حدیث میں منجملہ حقوق عباد کے اعراض یعنی دوسروں کی آبرو کی

حفاظت کو بھی فرمایا ہے) اور کتمان یہی ہے اور (نیز منجملہ عفاف) یہ بھی ہے کہ شکایت (تکلیف کی) نہ کرے۔اور فزع نہ کرے اور صبر یہی ہے (اور یہ بے صبری بھی ناجائز اور عفاف کے خلاف ہے) اور (عفت کے معنی میں) قاموس کے قول کہ عف کے معنی ہیں ہر ایسی بات سے رکنا جو حلال نہیں اور زیبا نہیں صریح ہے عفاف کے معنی کے عام ہونے میں۔

لفظ عشق کے استعمال کے سلسلہ میں مشائخ کے بکثرت اقوال ہیں چنانچہ ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ بندہ کو حق تعالیٰ کا عشق ہو سکتا ہے لیکن حق تعالیٰ کو کسی سے عشق ہو یہ سمجھنا جائز نہیں ہے یہ جماعت یہ بھی کہتی ہے کہ عشق وہ صفت ہے جو اپنے محبوب سے روکی گئی ہو چونکہ بندہ کو حق تعالیٰ سے روکا گیا ہے اور حق تعالیٰ بندہ سے رکا ہوا نہیں ہے اس لئے بندہ پر تو عشق کا استعمال جائز ہے لیکن حق تعالیٰ کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں ہے۔

ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ بندہ کا حق تعالیٰ پر عاشق ہونا بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ حد سے بڑھ جانے کا نام عشق ہے اور حق تعالیٰ محدود نہیں ہے۔

صوفیائے متاخرین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا عشق دونوں جہان میں درست نہیں ہو سکتا البتہ ادراک ذات کا عشق ممکن ہے مگر حق تعالیٰ کی ذات مدرک نہیں ہے لہٰذا اس کی کسی صفت کے ساتھ ہی محبت و عشق درست ہو سکتا ہے اس کی ذات کے ساتھ درست نہیں ہو سکتا ہے۔

نیز صوفیاء فرماتے ہیں کہ عشق دیدار کے بغیر حاصل نہیں ہوتا البتہ محض سماعت کے ذریعہ محبت جائز ہو سکتی ہے چونکہ عشق کا تعلق نظر سے ہے اور یہ حق تعالیٰ پر ممکن نہیں کیونکہ دنیا میں کسی نے اس کو نہیں دیکھا جب حق تعالیٰ سے یہ بات ظاہر ہوتی تو ہر ایک اس کا دعویٰ کرنے لگتا کیونکہ خطاب میں سب برابر ہیں چونکہ ذات حق غیر مدرک وغیر محسوس ہے تو اسکے ساتھ عشق کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔البتہ حق تعالیٰ نے اپنی صفت و افعال کے ساتھ جب اپنے اولیاء پر احسان و کرم فرمایا تو بوجہ صفات کے ساتھ محبت کرنا درست ہو جاتا ہے۔

صوفیاء کی ایک جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ چونکہ عشق کی کوئی ضد نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی بھی کوئی ضد نہیں ہے لہٰذا اسے زیبا ہے کہ اس پر یہ جائز ہو اس سلسلہ میں بکثرت لطائف ہیں اور دقائق ہیں خوف طوالت انہیں چھوڑتا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب

صاحب رسالہ قشیریہ کہتے ہیں کہ میں نے استاد ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ محبت میں حد سے تجاوز کرنا عشق کہلاتا ہے حق سبحانہ کی تعریف میں یہ کہنا روا نہیں کہ وہ حد سے

تجاوز کرتا ہے۔ لہذا یہ کہنا بھی روانہ ہوگا کہ حق سبحانہ کو کسی سے عشق ہے اور نہ ہی بندے کے متعلق کہنا روا ہے کہ وہ حق سبحانہ پر عاشق۔ اسطرح دونوں طرف سے عشق کی نفی ہو جاتی ہے اور حق سبحانہ کے وصف میں اس لفظ کے استعمال کی کوئی صورت نہیں نہ حق کی طرف سے بندے کے عشق کے لئے اور نہ بندے کی طرف سے حق کے عشق کے لئے۔

اعلحضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن ایک سوال "اللہ تعالیٰ کو عاشق اور حضور پر نور سرور عالم ﷺ کو اسکا معشوق کہنا جائز ہے یا نہیں؟" کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں ناجائز ہے کہ معنی عشق اللہ عزوجل کے حق میں محال قطعی ہیں اور ایسا لفظ بے ورود ثبوت شرعی حضرت عزت (جل جلالہ) کی شان میں بولنا ممنوع قطعی۔ الخ نیز مذکورہ سوال کے جواب میں آگے لکھتے ہیں امام علامہ یوسف اردبیلی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کتاب الانوار لاعمال الابرار میں اپنے احد شیخین مذہب امام رافعی وہ ہمارے علماء حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرماتے ہیں

ولو قال انا اعشق الله و يعشقني فمبتدع و العبارة الصحيحة ان يقول احبه و يحبني كقوله تعالى يحبهم و يحبونه۔ اسی طرح امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی نے اعلام میں نقل فرما کر مقرر رکھا۔

اقول وظاهر ان مبناه ان الحكم منوط بيعشقني دون اعشقه فانه لا ترى الى قوله ان العبارة الصحيحة يحبني ثم الظاهر ان تكون العبارة عطف كقوله احبه و يحبني فيكون الحكم لاجل قوله يعشقني و لا ولا يظهر له وجه بمجرد قوله اعشقه فقد قال العلامة احمد بن محمد بن المنير الاسكندري في الانتصاف رد على الزمخشري تحت قوله تعالى في سورة المائدة يحبهم و يحبونه بعد ما اثبت ان محبة العبد لله تعالى غير طاعته و انها ثابتة واقعة بالمعنى الحقيقي اللغوي ما نصه ثم اذا ثبت اجراء محبة العبد لله تعالى على حقيقتها لغة فالمحبة في اللغة اذا تأكدت سميت عشقا فمن تأكدت محبته لله تعالى وظهرت آثار تأكدها عليه من استيعاب الاوقات في ذكره وطاعته فلا يمنع ان تسمى محبته عشقا اذ العشق ليس الا المحبة البالغة اه لكن الذي في نسختي الانوار و نسختين عندي من الاعلام انما هو اعشقه و مثله مثل و يحبني ثم قوله مست نقل عما اخرج والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہوا کہ بندہ پر عشق کا اطلاق صحیح ہے یعنی یہ کہنا درست ہے کہ فلاں بندہ کو اللہ تعالیٰ سے عشق ہے کہ محبت بالغہ کا نام عشق ہے۔

بلکہ علماء دیوبند کے پیر و مرشد حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب و ندا کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں۔

؎ خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے

ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یارسول اللہ

اور بانی دیوبند شیخ محمد قاسم نانوتوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب کرتے ہوئے یوں کہا۔

؎ خدا تیرا تو خدا کا حبیب اور محبوب

خدا ہے آپ کا عاشق تم اسکے عاشق زار

«مآخذ»

قرآن حکیم ☆ احادیث نبویہ ☆ تفسیر نعیمی ☆ تفسیر تبیان القرآن

بشیر القاری شرح صحیح البخاری

شرح صحیح مسلم ☆ کنزالعمال

فتاویٰ رضویہ ☆ فتاویٰ نوریہ ☆ مقاصد حسنہ ☆ موضوعات کبریٰ

التذکرہ ☆ رسالہ قشیریہ ☆ مقام رسول ☆ کشف المحجوب

☆ عوارف المعارف ☆ تصوف کے حقائق ☆ کشف الاصطلاحات

بوادرالنوادر ☆ لغات الحدیث ☆ کشکول

رَبِّ يَسِّرْ　　بسم اللّٰه الرحمن الرحیم　　وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

الحمد للّٰه رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی رسوله وعلی اله واصحابه وازواجه واحبابه وبارك وسلم اجمعین۔

تو جان اَسْعَدَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الدَّارَیْن (اللہ تعالیٰ تجھے دین ودنیا میں سعادتمند بنائے) عشق کے احوال میں چند مقامات ہیں۔ان سب کا نام جواہرِ عشق ہے۔اور وہ یہ ہے۔اللہ لاالہ الاّھو یعنی سوائے اس کے دوسرا کوئی نہیں۔اور بے حد درود انکے ظہور پر کہ جن کی ذات مقصود صفات ہے۔آپ کے اصحاب اور آپ کی پیروی کرنے والوں پر۔

اسکے چند کلمات جو الہیات سے ہیں۔عقلیات سے ہیں نہ قیاسیات سے اور نہ جوش سے۔ذوقیاتِ یاراں کی حفاظت کے لئے سپرد قرطاس ہے۔تاکہ ان سب کے لئے عقیدۂ عشق[1] میں راہ ظاہر ہو سکے۔اور وہ سب شراب عشق کے شرب سے باہر نہ جا سکیں۔امید ہے کہ مقبوا ان کی نظر میں میرا یہ رسالہ قبولیت سے باریاب ہوگا۔امین ورب العالمین۔

---

[1] جب کوئی چیز نہ تھی۔نہ خاک، نہ پانی، نہ آگ، نہ آسمان، اور نہ زمین تب ایک حقیقت تھی جو اپنے آپ موجود تھی۔جسے عربی میں "ھویت" اور فارسی میں "ہستی" کہتے ہیں۔بعض صوفیاء کرام اس کو عشق کہتے ہیں۔زبان تصوف میں اسے یوں بیان کر سکتے ہیں۔کہ "جمیل حقیقی کا جمعا وتفصیلاً اپنے کمال کی جانب میلان کرنا" محبت کی انتہا کا نام عشق ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس لفظ کا اطلاق عشق مجازی پر ہوتا ہے۔لیکن انکا یہ نظریہ درست نہیں ہے۔کیونکہ دلائل وبراہین سے ثابت ہے کہ ہمارے اسلاف نے اس لفظ عشق کو "عشق حقیقی" کیلئے بھی استعمال کیا ہے۔اہل قریش نبی کریم ﷺ کیلئے کہتے کہ "ان محمداً قد عشق ربہ"۔یعنی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

جب وہ گل نازک گلشن بے نشان میں سبز ناز پر خوابِ مستی میں ایسا بے خود ہوا۔کہ ہستی خود سے کوئی جزء نہ رکھا۔ناگاہ خرقۂ محبت کی قضااس کے گوش سے نیچے آئی۔اس نغمہ کے استماع سے اس کے جوش میں اضافہ ہوا۔اور اس

(بقیہ حاشیہ) بے شک محمد ﷺ نے اپنے رب سے عشق کیا۔یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے انھیں منع نہ فرمایا۔اور آپ کا منع نہ فرمانا جواز کی روشن دلیل ہے۔اس سلسلے میں صوفیائے کرام کے دو گروہ ہیں۔اگر اسکی تفصیل مقصود ہو تو مکتوبات اشرفی ج ۲/ص/ ۶۵ ملاحظہ فرمائیں۔صوفیائے کرام مراتب ارادہ میں سے نویں مرتبہ کو عشق کہتے ہیں۔مراتب ارادہ یہ ہیں۔

۱۔ارادہ : ابتدائی رغبت و میلان کو کہتے ہیں۔

۲۔ولع : جب ابتدائی میلان ورغبت قوی ہو جائے۔

۳۔صبابت : محبوب کی جانب جھکاؤ کو کہتے ہیں۔

۴۔شغف محبوب کا خیال جب دل میں جاگزیں ہو جائے۔

۵۔ھوی : جب دل ہر قسم کی خواہشات اور غیر سے پاک ہو جائے۔

۶۔غرام : جب چاہت کے اثرات جسم پر ظاہر ہونے لگیں۔

۷۔حب : میلان اور رغبت کی علتیں بھی درمیان سے ہٹ جائیں۔

۸۔ ود : جب رغبت و میلان میں جوش آجائے۔

۹۔عشق : حب، محبت اور محبوب میں امتیاز ختم ہو جائے۔

اس مختصر سی بحث کو ذہن نشین کرنے کے بعد اگر کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو ان شاء اللہ سمجھنے میں کافی آسانی ہو گی۔۱۲اشرفی

۱ جب کوئی چیز نہ تھی، تو اس وقت یہ حقیقت ہر قسم کے قیودات سے پاک تھی۔اس کے تمام کمالات و صفات پوشیدہ تھیں۔وہ اپنے کمال کے سبب کسی جانب متوجہ نہ تھی۔اپنے آپ پر حاضر تھی اور غیر کی جانب متوجہ نہ تھی۔کیونکہ اس کا غیر تھا ہی نہیں۔اسلئے وہ صفت بطون ظہور سے بھی پاک تھی۔اگرچہ بعض صوفیائے کرام نے اس حقیقت یا عشق کو اس مرتبہ

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

عرف کی کشش سے اس کا بیدار بنا۔ جب عدم کے عہد سے سر اٹھیا۔ ناگاہ رخ آدم وخَلَقَ آدمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ[1] پر نظر پڑی۔ اور اس کی جبین کا نور اس کی دید پر ایسا چمکا کہ غلبہ عشق سے بے قرار ہوا اور اضطراب کی نہایت سے حضوری بانگ کے عین میں بے صبوری اٹھی۔ کہ یا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ تَخْلُقْ مُحَمَّدًا۔ یعنی اے کاش! محمد ﷺ کا رب (اس سے قبل ہی) جلوۂ محمد ﷺ کو پیدا فرمادیتا۔ اور غایت چونی وچرانی سے اسکی جان میں پڑی۔ ہاں عاشق کہ حسن دست سے عبارت ہے۔ کہ اس میں دیدہ عاشق سے معشوق خود کو دیکھتا ہے اور خوب تر پاتا ہے۔ ہر چند کہ جو خوب تر ہوتا ہے۔ وہ قراب تر ہوتا ہے۔ اور ہر چند جو قراب تر ہو۔ خوب تر ہوتا ہے۔ اول تا

(بقیہ حاشیہ) میں بھی "اللہ" کہا ہے۔ لیکن جمہور صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ یہ اس حقیقت کا صرف تسمیہ ہے۔ اس لئے کہ جب اسوقت کوئی نہیں تھا، تو نام رکھنے کا کیا فائدہ؟ اس جانب حضرت مخدوم پاک علیہ الرحمۃ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "ہستی خود سے کوئی جزء نہ رکھا۔ ۱۲/اشرفی

[1] ایک دن نبی کریم ﷺ کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں دیکھا کہ ایک شخص اپنے غلام کو مار رہا ہے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ "لَاتضرب فانّ اللّٰہ خلق آدم علٰی صُوْرَتِہٖ" صورتہ میں جو ضمیر ہے، اس کے مرجع میں دو احتمال ہیں۔ اولا یہ ضمیر مضروب کی جانب راجع ہے۔ اسوقت معنی یہ ہوگا کہ اسے مت مارو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی صورت پر آدم کو پیدا فرمایا۔ یعنی اس لڑکے کی صورت، صورت آدم سے مشابہ ہے۔ اور صورت آدم کو اللہ عزوجل نے "بیدَیَّ" سے پیدا فرمایا۔ جس صورت کی تخلیق اس شان سے ہوئی ہو اسے مت مارو۔ جبکہ دوسرا احتمال یہ ہے کہ صورتہ کی ضمیر کا مرجع اسم جلالت ہے۔ اس وقت صورتہ کا ترجمہ "صورت اللہ" ہوگا۔ اور یہ اضافت تشریفی ہوگی، جیسے [illegible] وغیرہ۔ ۱۲/اشرفی

آخر اسکی جان یہ ہے کہ ازل سے سربلند کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ابد نگران ہے جس وقت کہ دیدن نوت ہماری دید سیر الی الحق کی جانب ہو۔ سیرابی ممکن نہ ہو اس شیوۂ چہ نادیدہ میں کوئی چاہے کہ صحرائے ظہور میں محبت پھیلائے۔ اور گلشن جہاں میں عاشق کی صفت سے اور معشوق اپنے رخسار کے گل سے عشق بازی برسائے اور میرے ساز میں تو محبت کا ترانہ شروع کرے۔ اس نغمہ کی سماعت سے عاشق پروانہ وار اپنی شمع کے جمال پر اپنے آپ کو فدا کر دیتا ہے۔ اگر چہ محبان کی روحیں فراق کی طاقت نہیں رکھتیں۔ اور نہ چاہتیں ہیں کہ دنیا کے قیدخانے میں آئیں۔ اس لئے قالبوں کے قفس میں بند ہو جاتی ہیں۔ حق سبحانہ نے ان سب سے وعدہ فرمایا کہ ہمارا لطف تم سب کو پہنچے کریگا۔ اگر چہ اس میں مصلحت عظیم ہے۔ اس لئے کہ وصال کی قدر بغیر فراق کے دانستہ نہیں ہو سکتی۔ پس اس پر گلشن صفات میں تفرج ذات نے دست لایا۔ حیات و ممات اور ہماری قدرت کے عجائبات کا معائنہ کر۔ اور نعمتہائے گوناگوں کو تصرف میں لا کر شکر ہی لا۔ اس لئے کہ یہ سب میں نے تیرے لئے مہیا کیا ہے۔ اور تجھے اپنے لئے بنایا ہے۔ اس دوری سے متفرق نہ ہونا۔ بلکہ دل میں تسلی رکھنا کہ سلسلہ محبت محکم ہے۔ یعنی

یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ۔ (پ ٦ سورہ مائدہ ۵۴)

ترجمہ: کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

اور رفیق کرم کسی حال میں بھی تجھ سے جدا نہیں ہوتا۔ یعنی

وھُو معکُمْ اینما کُنْتُمْ. (پ ۲۷ سورہ حدید ۴)

ترجمہ: اور وہ تمھارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔

اور قلادۂ لطیف تیری گردن سے نہیں کھینچتا۔ یعنی

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْد (پ ۲۶ سورہ ق ۱۶)

ترجمہ : اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔

ہر ساعت ہم سے گفتگو کرتے رہو۔ یعنی

فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ. (پ ۲ سورہ بقرہ ۱۵۲)

ترجمہ : تو میری یاد کرو۔ میں تمھارا چرچا کرونگا۔

اور ہر دم مجاہدہ میں اپنی فراموشی سے گوشہ نشین رہ۔ یعنی

وَاذْكُرْ رَبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ (پ ۱۵ سورہ کھف ۲۴)

ترجمہ اور اپنے رب کی یاد کر جب تو بھول جائے۔

اور تاجِ مشاہدہ ہر زمانے میں نوش کر۔ یعنی

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. (پ ۱ سورہ بقرہ ۱۱۵)

ترجمہ : تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمھاری طرف متوجہ) ہے۔

اور ہمیشہ جمع الجمع[1] رہ۔ یعنی

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

(پ ۲۷ سورہ رحمٰن ۲۶، ۲۷)

ترجمہ : زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے اور باقی ہے تمھارے رب کی ذات عظمت اور بزرگی والا۔

یہاں تک کہ شرابِ شوق ساقی باذوق کی جانب سے تیری جان کے منہ میں گرتی رہیگی۔ یعنی

---

[1] صوفیائے کرام کی اصطلاح میں جمع الجمع سے مراد اپنے آپ کو ذات باری تعالی میں فنا کر دینا ہے۔ چنانچہ فتوحات مکیہ میں اس کی تعریف یوں ہے۔ اَلْاِستِهْلَاكُ بِالْكُلِّيَّةِ فِی اللّٰهِ۔ اللہ عزوجل میں بالکلیہ ہلاکت طلب کرنا۔ ۱۲ اشرفی

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (پ۲۹ سورہ دھر ۲۱)

ترجمہ اور انھیں ان کے رب نے ستھری شراب پلائی۔

پھر کچھ ہی دنوں کے بعد رشتہ وصلت سے دوبارہ پیوست ہو جاؤ گے۔اس سفر کثرت سے اپنے وطن اصلی جو وحدت ہے۔ناز سے چل کر جاتا ہے۔قطرہ کہ جسے صدف کے صندوق میں پنہاں کیا ہوا ہے۔وہ اس لئے ہے کہ موتی ہو جائے۔جب دُرِ کامل صدف کے جوف میں آتا ہے۔اس وقت صدف میں رہنے کے لائق نہیں رہتابلکہ وہ زمانہ شاہ کا خزانہ پاتا ہے۔یعنی

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ

(پ۶ سورہ مائدہ ۳)

ترجمہ: آج میں نے تمھارے لئے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔

جب وہ دُرِ بے بہا صدف میں آتا ہے تو بلی کا تیر اپنے ہدف پر آتا ہے۔اس کے بعد مارتا ہے۔یعنی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ (پ۳۰ سورہ بلد ۴)

ترجمہ: بے شک ہم نے آدمی کو مشقت میں رہتا پیدا کیا۔

عجب ظہور ہے کہ عین حجاب ہے اور عجب حجاب ہے کہ عین ظہور ہے۔عجب موجود ہے کہ بے شہود باشہود ہے۔عجب احد ہے کہ عدد میں بے حد نمود ہے اور عجب نمود ہے کہ عدد میں ایک ہی نمود ہے۔عجب معمہ ہے کہ کوئی حل نہیں کر سکتا ہے اور عجب چہرہ ہے کہ ہمارے ہوش کو دل سے لے گیا۔عجب ربودگی ہے کہ نابود گردانتے ہیں اور عجب نابودگی ہے کہ بود ہے۔عجب بودگی ہے کہ اس کے ساتھ ہے

اور عجب باشندگی ہے کہ دور ہوئی۔ ھیھات ھیھات (افسوس افسوس) خوش روکہ اس کے درمان میں ہے۔اور خوش درمانی کہ اس کے دست سے جان ہے۔ خوش جان کہ جانا خوش کے ساتھ ہے اور خوش سودا ہے کہ اس کی ہوار کھتا ہے اور خوش ہوائی ہے کہ اسکی لقا رکھتی ہے۔اور خوش لقائی ہے کہ اس کی بقا بخشتی ہے۔اس کی خوش چشم گراں ہے۔اور خوش وصلی جو اس کے ہجران سے فارغ ہے۔

اے جان من! یہ وجود نہین یافتہ ہے۔جو کوئی اس یافت میں نیافت ہو وہ ہرگز یافت نہیں ہوگا۔اور یہ دید برائے دیدن ہے۔جو کوئی اس دید سے نہ پکڑے وہ ہرگز نہ دیکھے گا۔

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖ اَعْمٰى فَهُوَ فِيْ الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا.

(پ ۱۵، سورہ اسرا، ۷۲)

ترجمہ: جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں اندھا ہے۔اور، اور بھی زیادہ گمراہ

اے جان من! شوق میں جوش مارنا اور اپنی فراموشی میں کوشش کرنا ہے۔ خود کو اس کی ذات میں پوشیدہ رکھنا ہے۔اس طرح کہ اسکے اسم میں اپنے جسم کو پنہا کر۔کہ جسم پنہاں میں الف ہو جائے۔ یہاں تک کہ اقوال وافعال کا مشاہدہ حاصل ہو۔اور احوال کے مشاہدہ میں ایسا مستغرق ہو جائے کہ فانی مطلق ہو کر بقائے ابدی پالے۔اس جگہ اقوال وافعال حقیقی ہوتے ہیں۔جو کچھ چاہے کہے اور جو ارادہ ہو ظاہر کرے۔ قُمْ باذنہ اسی جگہ سے ہے۔ کچھ لوگ ان احوال کو اپنے اندر کھینچتے ہیں اور کچھ لوگ ان احوال پر رہتے ہیں۔ان احوال کو اپنے اندر کھینچنے کی نہایت یہ ہے کہ کشد میں سر لے جائے اور جو ان احوال پر ہوتے ہیں۔وہ اپنا سر دیتے ہیں اور جو سر لے جائے وہ تیرا دریا ہے۔اور جو سر دے وہ مدہوش کا ایک قطرہ

ہے۔اور وہ شاہ عشق ہے۔کیونکہ جوش کی جگہ ہے اور جائے ہواش ہے۔اور وہ جو جوش کے ساتھ ہوگا۔وہ عاشق ہالک ہے۔اور جو ہواش کے ساتھ ہوگا،وہ عاشق عدف ہے۔اگرچہ وہ غارت میں گیا۔اور یہ اشارت میں پڑا۔

اے جان من! ہشت بان کو دوزخ ویسا ہی عذاب دیگا۔جس کا وہ مستحق ہوگا۔یعنی جلاں کے لئے جلال بہتر اور جمال کے لئے جمال خوشتر ہے۔اگرچہ عارفان ہر دو میں سر مارتے ہیں۔اس لئے کہ ذاتی ہیں۔ان کا خیال ہر دو سے برتر،ان کا محبوب اس کے حسن کے نہاں میں خراب تر،اس کا عشق بے غایت سے ہر دم مضطر اور ہمیشہ ان سب کے چہرے کا رنگ زرد جو کہ محک محبت میں خوب تر ہے۔ان سب کا مقام یہ ہے۔

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (پ ۲۷ سورہ قمر ۵۵)

ترجمہ: سچ کی مجلس میں عظیم قدرت والے بادشاہ کے حضور۔

اے جان من! عاشق اور معشوق یک ذات ہیں۔لیکن دو مئے میں بند ہیں۔اس لئے دو مئے سے عبارت ہیں۔جو کوئی دو مئے دیکھتا ہو۔وہ شور مچانے میں پڑا ہے۔اور جو کوئی یک مئے دیکھتا ہو وہ خاموش ہے۔اور جو کوئی کچھ نہیں دیکھتا ہو وہ بے ہوش ہے۔یہ مختلف رنگ ہیں۔جو اس جگہ دست سے درمیان آتے ہیں۔اور زبان اسکی مدح سے کھلتی ہے۔پریشان ہے کہ ذرے بے نہایت ظاہر ہوتے ہیں۔ھیھات ھیھات (افسوس افسوس) اس جگہ سے کہ باد عشق دریائے وحدت کے لئے جنبش میں آتی ہے اور موج پکڑتی ہے یہ تمام دیدہ ہوتے ہیں۔اس کی موج دریا ہے۔جو آتی اور جاتی رہتی ہے۔ہر گاہ کہ وہ باد

ساکت ہو جائے دریا جنبش سے آرام پاتا ہے۔اور ظہور[1] بطون میں چلی جاتی ہے۔روز قیامت قائم ہو گی۔ تمام اس جگہ سے ہیں۔کہتے ہیں کہ یک گوئندہ زمین پر اللہ چاہتا ہے قیامت نہیں چاہتا۔ یہ کنایت بھی اسی سے ہے اور اسکی شرح کافی طویل ہے۔ قلم سے راست نہیں آئیگی فھم من فھم یعنی جو سمجھ دار ہے اسے سمجھا دیا گیا۔

اے جان من! یک اشارہ سے ہزار عبارتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہر عبارت کے لئے ایک صورت ہے۔اور ہر صورت کے لئے معنی ہے۔اور ہر معنی کے لئے ایک بیان ہے۔اور ہر بیان کیلئے ایک نشان ہے۔یعنی وحدت سے کثرت کارو آیا۔اور صحرائے ظہور میں طرف سے قوس وار نالہ آری بر آمد ہوئی۔ناگاہ گوئے مقصود معرفت کے میدان میں ڈالا۔اور ہر شخص کے لئے خود سے جنبش کے مقام میں لایا۔سمندِ (گھوڑا) ادراک کیا۔اور چوگان سے تفکر وجہد تمام سے طرف میں گیا۔اگر چہ حال مقصود تک کوئی نہ پہنچا۔ مگر وہ شہسوار اور چوگان بازی سے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے نفس[2] کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا) کا ماہر ہوا۔اور حال کے خیال سے واقف یک جوان گوئے از میدان لے گیا۔یہ طرفۃ العین حال کے خیال سے گذرا یعنی

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (پ ۲۷ سورہ نجم ۱۷)

---

[1] مجمل سے مفصل، وحدت سے کثرت اور باطن سے ظاہر کی جانب ظہور کہلاتی ہے۔اور اسکا عکس بطون ہے۔ ۱۲/ اشرفی

[2] صوفیائے کرام کے نزدیک نفس کے سات مراتب ہیں۔

ا۔ نفس امارہ : یہ وہ نفس ہے جس کا میلان طبیعت بدنیہ کی طرف ہے اور یہ لذات وشہوات

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ترجمہ : آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

پھر مقام میں پہنچا، یعنی

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى.   (پ ۲۷ سورہ نجم ۹)

ترجمہ : تو اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

اور وقت میں ہر جگہ ظاہر ہوا۔ یعنی

(بقیہ حاشیہ) حسیہ کا حکم کرتا ہے۔ اور قلب کو جہتِ سفلی کی طرف جذب کرتا ہے۔

۲۔ نفس لوامہ : یہ نور قلب کے ساتھ منور ہوتا ہے اور یہ بھی عاقلہ کا مطیع ہوتا ہے۔ کبھی مخالف، جب مخالفت کر لیتا ہے تو نادم ہوتا ہے۔

۳۔ نفس مطمئنہ : یہ نفس بھی نور قلب کے ساتھ اتنا مستنیر ہوتا ہے کہ صفات ضمیمہ سے صاف ہو کر اخلاق حمیدہ پیدا کرتا ہے۔

۴۔ نفس ملہمہ : یہ وہ نفس ہے، جس پر اللہ تعالیٰ الہام فرماتا ہے اور تواضع و قناعت اور سخاوت کی استعداد بخشتا ہے۔

۵۔ نفس راضیہ : یہ وہ نفس ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو کر اثر رضا فرماتا ہے اور اسے منبع کرامت واخلاص و ذکر فرماتا ہے۔

۶۔ نفس مرضیہ : یہ وہ نفس ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی رہ کر رَضُوْا عَنْہُ کی صفت سے متصف ہوتا ہے، اور عرفان کنہ ذات اسی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

۷۔ نفس صافیہ : یہ وہ نفس ہے۔ جس میں اسرار الٰہی منکشف ہوتے ہیں اور یہ ان اسرار الٰہی کا امین ہوتا ہے۔

نوٹ : پہلا نفس کافرین، فاسقین اور شیاطین کا ہے۔
دوسرا نفس مؤمنین، غیر فاسقین کا ہے۔
تیسرا نفس متعلمین عالمین کا ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ

ترجمہ : میرے واسطے اللہ عزوجل کے ساتھ وقت ہے۔

اور جمع الجمع کے دائرہ میں مقیم ہوا یعنی

کُلُّ شَیْءٍ ھالِکٌ اِلَّا وجْھَہٗ (پ۲۰ سورہ قصص ۸۸)

ترجمہ : ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔

اے جان من! جو کوئی ذات میں گم ہو گا۔ اس سے صفت ظاہر ہو گی۔ پس عالم ظہور میں وجود ہویدا میں ہوا۔ اس لئے کہ جب اس میان سے گیا۔ تو اس درمیان آیا اور جو کچھ ہے وہ ہوا۔ حقیقت محمدی ﷺ اس جگہ ہے۔ اس محمل خاص میں کوئی بھی نہ پہنچا۔ مگر ان میں ہزاروں میں سے کوئی ایک ہوتا ہے جس نے طناب خیمہ حضرت صمدیت کو دیکھا ہو۔ بعض اس وادی میں لاالہ ہوا اور بعض الا اللہ کے دائرہ میں پہنچا۔ اگر چہ بعض بہت کم ہیں۔ کہ محمد ﷺ کی حقیقت سے نہ پہنچے ہوں۔ مگر محمد رسول اللہ ﷺ مَنْ رانیْ فقدْ راالحقّ (جس نے مجھے دیکھا تحقیق اس نے حق کو دیکھا) اس جگہ مسلم ہے۔

اے جان من! عوام کے لئے اسم[۲] با جسم ہے۔ اور خواص کے لئے اسم بے

(بقیہ حاشیہ) چوتھا نفس معلمین عالمین کا ہے۔

پانچواں نفس اولیاء کرام کو حاصل ہے۔

چھٹا نفس عارفین کے لئے مخصوص ہے۔

ساتواں نفس انبیاء و مرسلین کے لئے ہے۔ ۱۲/ اشرفی

[۲] فتوحات مکیہ میں اسم کی تعریف یہ ہے۔ اَلْحَاکِمُ علی حَالِ العَبْدِ فِی الْوقتِ مِن الْاَسْمَاءِ الْاِلٰھِیَّۃِ۔ یعنی اسماء الہیہ میں سے بندہ کے حال پر جو ہر وقت حاکم ہے۔ ۱۲/ اشرفی

جسم ہے۔اس لئے کہ وہ سب جسم حقیقی سے محو شدہ ہیں۔لاچار بجز اسم کوئی چیز نہیں ہے۔اور ان سب کی خودی خدا میں غائب شدہ ہے۔پس بجز خدا کچھ نہیں ظاہر ہوا۔اور دوسرے خود کی خودی میں پڑے ہیں۔لاچار فراق ابدی میں پڑ گئے۔خاصان کا وجود وحدت کے رشتہ میں دانہ کی صفت ہو کر معلق وآویزاں ہے۔اسی جہت سے مشرق تا مغرب انکے قدموں کے نیچے ہیں۔جب قلب مصفا ولطافت ہوتا ہے۔اور قالب صفتِ قلب ہوتا ہے۔تو نور بنور پہنچتا ہے۔اور لطیف بلطیف پیوند ہوتا ہے۔یعنی اندرون و بیرون یک لخت ہوتا ہے۔چنانچہ کوئی کدورت ان کے درمیان ظاہر نہیں ہوتی۔پس اگر ان پر تیغ چلائے تو ایسا ہوگا جیسا کہ پانی میں چلتا ہے۔زمین پر ہے نہ آسمان پر۔بلکہ ہفت طبق نیچے اور ہفت طبق اوپر یک طور ہو جاتے ہیں۔اور ان کی نظر میں کوئی حجاب باقی نہیں رہتا یعنی وھُوَ اللّطِیْفُ الْخَبِیْرُ۔وہی لطیف وخبیر ہے۔

اے جان من! مشکل سخن ہے۔اس لئے کہ جب تک مطلق فانی نہ ہو جاؤ گے اس وقت تک حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتے۔اسی موقع کی مناسبت سے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تم صوفی، سبز پوشی شیخی اور چلہ داری تو ہو سکتے ہو۔لیکن حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتے۔عشق ہوت میں، معشوق یاہوت میں، عاشق لاہوت میں، عارف جبروت میں، واصف ملکوت میں اور واقف ناسوت میں اس جگہ نزول کرتے ہیں۔پھر جب وصف شناخت سے واقف ہوا اور وصف عرفان میں داخل ہوا۔اور عرفان معارف سے بدل گیا۔اس میں معارف بنا۔جب عاشق خود کو ہار کر معشوق کو حاصل کیا۔ناگاہ سیاہ عبرت کمین

گاہ سے وحدت کی روپ میں ظاہر ہو کر تمام کو مقتول تیغ کیا۔ بجز اس شاہ عشق کے اور کوئی نہ بچ سکا۔ یعنی وہ چونکہ ہمہ ذات ہوا۔ پھر وہ سب ذات ہوا اور وہ نزول کرتا ہے۔ اور یہ عروج ہے۔

(الف) کُنْتُ کَنْزًا سے مراد باہوت ہے۔

(ب) فَاَحْبَبْتُ سے مراد ناسوت ہے۔

(ج) انْ اُعْرَف سے مراد لاہوت ہے۔

(د) فَخلَقْتُ الْخلْقَ سے مراد جبروت[1]، ملکوت اور ناسوت ہیں۔

یعنی یہ تمام نشست گاہ شاہ عشق ہیں۔ ہر منزل میں ظہور دیگر رکھتے ہیں۔ اور ہر مقام میں علیحدہ ذوق اور نام دیگر پیدا کرتے ہیں۔ اگر چہ ناسوت جائے دیگر ہے۔ یعنی مجمع یہ تمام عین یافت ہیں۔ اس لئے کہ ایک تیر کمان سے جہد راست کے بیرون ناسوت کے سینہ پر پہنچا۔ یعنی وہ جو پتھ ہے وحدت کی دوکان ہو گئیں۔ لیکن کثرت کے بازار میں کشود اور وجود کہ بے شہود ہے۔ عالم ظہور میں عین موجود ہے۔

اے جان من! خواہ تم جانو یا نہ جانو ہر سانس میں ہمیشہ ھو کا ذکر ہے۔ یعنی سانس کے آنے میں ھو اور جانے میں ھو ہے۔ اور یہ عطا محض حق سبحانہ ہے۔ ہم

---

[1] ناسوت، ملکوت، جبروت اور لاہوت چار عوالم کے اسماء ہیں۔ لیکن لاہوت کے عالم ہونے میں اختلاف ہے۔ اصح قول کے مطابق لاہوت عالم نہیں ہے بلکہ مرتبہ ہے۔ اس اعتبار سے عوالم تین ہی رہ جاتے ہیں۔ یعنی ناسوت، جبروت اور ملکوت۔

(الف) ناسوت: عالم بشریت اور عالم اجسام کو کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام ملک، عالم

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

میں سے تمام کو اس عطا کی قدر سے بہر مند نہ فرمایا اور ہم اس نعمت کا شکر بجا نہیں لا سکتے ہیں۔ پس فہم کرنا چاہئے کہ وہ آتا اور جاتا ہے۔ کس معروف میں، کس خلوت میں اور کس کس آواز میں قائم ہوتا ہے۔ یعنی ھو ھو پس جو کوئی جان لے اور اس معنی کو اپنا ساتھی بنا لے اور فہم کو اس معنی میں غریق کر دے اور ہم سب کو اس دریا میں محیط کر دے۔ تاکہ خود کو میان سے نکال کر اس دوست کو پائیں۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میری نظر ایک خرمن پر پڑی اور میری سانس سے حق کی آواز آئی۔ ہر چیز جو نمک کی کان میں گئی۔ نمک ہو گئی۔ اور جو چیز نمک کے انبار میں گری نمک ہو گئی۔ اگر چہ یہ مہم ساز بھی ہم شغل ہے اور جو ان کی رائے ہو اسے فاش نہ کر۔ یہ تعلق مجاہدہ سے ہے نہ ریاضت سے، صوم سے ہے نہ صلوۃ سے، ذکر سے ہے نہ فکر سے، مراقبہ سے ہے نہ محاسبہ سے، علم سے ہے نہ معرفت سے اور کفر سے ہے نہ اسلام سے کسی سے نہیں ہے۔ ان تمام سے بیروں ہے۔ یہ راہ غایت ہے، خاص اور عطائے محض ہے۔ اسکے لئے کہتے ہیں۔ جو اس راہ میں اپنے آپکو سپرد کر دے اس وقت سے زمانے کی گردش گردن میں پڑی ہے۔ یہاں تک کہ یہ غایت گردش میں ماند پڑی ہے اور اس چرخ نے تمام کو چرخ میں رکھ دیا ہے۔ کہ نیچے آتے ہیں اور اوپر جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ اس معنی کی خبریوں دیتے ہیں۔

گر بپرسیدم زحال زندگی

نہ صد و ہفتاد قالب دیدہ ام

(بقیہ حاشیہ) شہادت اور عالم محسوسات بھی ہے۔

(ب) ملکوت: عالم ملائکہ اور عالم ارواح کو کہتے ہیں۔

(ج) جبروت: مرتبۂ صفات، مرتبہ وحدت اور حقیقت محمد ﷺ کو کہتے ہیں۔ ۱۲ راشرفی

گر بگویم شرح حال خویش را

ہچو سبزہ بارہا روائیدہ ام

ترجمہ : اگر میں زندگی کے حال سے سوال کروں (توجواب آیگا)نو سو ستر قالب میں نے دیکھا ہے۔اگر میں اپنے حال کی شرح کہوں تو سبزہ کی طرح میں متعدد بار اگا ہوں۔

ہر شخص کوشش میں ہے کہ اس پچا پیچ کے ورطہ سے اپنے آپ کو بیروں لے جائے۔جب کوئی اسے نہ چاھے تو کیا، کیا جاسکتا ہے۔

اے جان من! جو کوئی اس پچا پیچ طلسم سے رونہ پائے وہ آمد ورفت سے خلاصی نہ پایگا۔جس کے لئے حق تعالی کی عنایت راہبر ہو جائے وہ اس گرداب سے اپنے آپ کو بیروں کر لیتا ہے اور خوشبو کو پہنچتا ہے۔کسوت ازلی جو کہ جامئہ فراق ہے سے باہر آتا ہے اور ہر ایک کو فراق ابدی میں ڈال دیتا ہے۔یہ گفتگو جو کہ رفت سے عبارت ہے درست نہیں آتی۔ایک روز موقع سے عرض ہوا ھیھات ھیھات۔اسوقت کہ عدم سے دم میں آیا۔ہر دم میں غم میں ہمدم دم بہ دم دموں کو غم پر لاتا ہے۔اور شوق جاناں سے کہ جان سے پر غم درد دل مئے پر رکھتا ہے۔بلکہ دل درد عین، درد دل اور درد وہم میں باہر آتا ہے۔ہزاروں کے درمیان ایک مرد کہ ان تمام سے نیچے آتا ہے اور اپنے سینے کو آتش سے جلاتا ہے اور اپنی آہ سے سرد کرتا ہے۔اس دید پر خون اور رخسار زرد ہوتے ہیں۔درد سے خالی مرد، ان کے نزدیک اگر بیٹھ جائے تو اسے بھی درد رہتا ہے۔اور ازلی درد کو پالا۔کہ درد کا ایک ذرہ ہمیں نصیب نہ کیا۔جو درد کہ تو مجھ پر دیکھتا ہے کہ فلاں کے

عشق کی راہ میں جان سپرد کیا در حقیقت خجالت ہے۔

اے جان من! کوچہ بلا پر ہے۔وہ کوچہ کسی کے لائق نہیں ہے۔مگر عاشق کہ اس کی غذا بلا سے ہے۔جب غذا بلا سے بناتے ہیں تو بقا میں راحت پاتے ہیں۔عاشق ہر چند کہ بے کار ہے۔لیکن کام میں ہے۔جب ہر چند اس کا ظاہر بے ہنجار ہے۔اس کا باطن یار سے پُر ہے۔زاہد جب تک دور ہے، منزل کو نہیں پہنچ سکتا۔عاشق راہ و منزل سے بے زار ہے۔اس لئے کہ دلدار کے زلف کی کمند کا اسیر ہے۔زاہد کی مثل جنگلی کوا ہے۔ہر چند کہ بلند پرواز ہے، لیکن اسکی نظر دلدار کے مہ پر ہے۔ہر چند کہ بلندی میں پرواز کرتا ہے اور اسکی ہمت پستی سے بلندی کی جانب بڑھتی ہے، بلندی میں جنگ کرتا ہے۔ہر چند کہ جلے ہوئے کے درمیان رہتا ہے، لیکن پھر بھی زندہ رہتا ہے اور ایک جملہ میں اپنی مراد لے جاتا ہے۔جبکہ زاغان شب و روز لے جاتے ہیں۔

اے جان من! جو کوئی نظارہ ذات میں پڑیگا وہ صفات کے تفرج سے برخاست ہوگا۔اور جان کی کھیتی میں دانۂ بے سبب کاشت کریگا۔سبب اور زر سے اٹھ جائیگا۔اور شاہ عشق اس عقدہ کے پیچا پیچ کو یک لمحہ لپیٹ دے گا اور آفتاب کو آسمان نیچے کھینچ لے گا۔ھیھات ھیھات۔

اے جان من! شب عاشق کے لئے دن ہے۔چہرۂ معشوق کے صبح جمال کے دیکھنے میں اپنے آپ کو فدا کر دیتا ہے۔ناچیز کر دیتا ہے۔یعنی ظہور محبوب میں محو ہو جاتا ہے۔ہجر کی سیاہی وصال کی روشنی میں بدل جاتی ہے۔ان کے سوز کی تکلیف اصلاً نہیں جاتی۔اس لئے کہ داغدار اصل ہے۔روز

وشب سے مراد اس جگہ فرح وحزن ہے۔ یعنی شاہ عشق جب بحر بے نہایت میں غوطہ لگاتا ہے اور اس بحر میں عمیق غایت ہو جاتا ہے۔ دو عالم کو تاریک کر دیتا ہے اور بے پایاں حزن کے گڑھا میں اس طرح جاتا ہے کہ مقصود کا آفتاب اسکے ہاتھ میں آتا ہے۔ پھر حزن کی گہرائی سے عالم روز میں سر بلند کرتا ہے اس کے چہرے کا چاند اوج ظہور سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر جہاں کو روشن کر دیتا ہے۔ پس شب اسکا حزن ہے اور روز اس کی فرح ہے۔ یعنی کبھی چہرہ ظاہر ہوتا ہے اور کبھی زلف آرا۔ اگر چہ دختر عالم خراب تر ہے۔ اس بقا سے کہ عینِ لقا ہے۔ حزن اس سے فنا ہو کر پنہاں ہو جاتا ہے۔ ھیھات ھیھات۔

اے جان من! عاشق کا سرور یہ ہے کہ محبوب بے نیاز انتہائی ناز و لطف سے فرمائے۔ یعنی اے محمد ﷺ تم مجھ سے قرار پکڑو۔ اور میں تم سے قرار چاہوں۔ یہ بھی اسی جگہ ہے کہ کبھی دریائے وحدت میں اور کبھی قعر وصلت میں یعنی

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

(پ ۲۷ سورہ رحمٰن ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔ تمھارے رب کی ذات اور بزرگی والا۔ تو متفرق ہو جا اور اس کے رخ کی عندلیب کا ترانہ لی مع اللہ (میرے ساتھ اللہ عزوجل ہے) ہو جاتا ہے۔ جب غیرت کی موج فراق کے ساحل سے ٹکراتی ہے۔ یعنی

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ (پ ۲۴ سورہ فصلت ۶)

ترجمہ ۔ تم فرماؤ آدمی ہونے میں تو میں تم جیسا ہوں مجھے وحی ہوتی ہے۔

نالہ کرتی ہے۔یا لَیتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لم یَخلُقْ مُحَمَّدًا (یعنی اے کاش! محمد ﷺ کا رب (اس سے قبل ہی) جلوۂ محمد ﷺ کو پیدا فرمادیتا)

کبھی خاکِ نعلین سے تو عرش کو قرار دیگا اور کبھی ہدف میں اس کے دل کا تیر ماریگا۔

الم یجدک یتیما فاوٰی. (پ۳۰ سورہ ضحیٰ ۶)

ترجمہ کیا اس نے تمھیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی۔

کبھی عشق میں نیاز و ناز کا سرمنہ بے نیاز کشیدہ ہو گا۔یعنی

ما زاغ البصرُ وما طغٰی. (پ۲۷ سورہ نجم ۱۷)

ترجمہ ۔ آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔

کبھی اغیار کے طعنہ پر اس کے حال کا پیانہ ہو گا۔کبھی قاب قوسین او ادنٰی (تو اس جلوے اور محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہابلکہ اس سے بھی کم) کے تخت پر متمکن ہو گا۔کبھی کہتے ہیں ناہربے لگام کشتی پر۔یہ تمام کا تمام محبت کے ازدیاد کے لئے ہے۔یہی وہ مقام ہے جو حضرت رسالت پناہ ﷺ کو ہر روز حاصل ہوتا ہے ،ایک روز میں محمد ﷺ تجھ سے کوئی نو درد اور نو عشق حاصل نہ ہو۔اس روز کے سورج نکلنے میں کوئی برکت نہ ہو گی۔ہر چند کہ فراق بسیار عشق بے شمار ہے۔ہر چند کہ عشق بے شمار ہو گا۔تو عاشق بے قرار ہو گا۔ہر چند کہ عاشق بے قرار ہو گا۔تو معشوق در کنار ہو گا۔ہر چند کہ معشوق در کنار ہو گا۔تو عاشق دل فگار ہو گا۔ہر چند کہ عاشق دل فگار ہو گا تو عشق تابدار ہو

گا۔اسی معنی کے اعتبار سے یہ کہا ہے کہ حسنت آخرین کو پکڑنے والا ہو جا۔سعدی کیلئے اس میں سخن پایا نہیں ہے۔پس قرار عاشق بے قراری میں ہے اور بے قراری ممکن نہیں ہے مگر فراق میں اور فراق ممکن نہیں ہے مگر جدائی میں۔اور جدائی ممکن نہیں ہے۔مگر خودی سے اور خودی ممکن نہیں ہے مگر خدائی سے یعنی خودی اور خدائی کی حقیقت کے لئے ہے۔پس تمام خود کا حال خود کی خدائی رو ہے۔اور لیکن محبت کا ترانہ میرے ساز میں ہے۔اور تو، تو میں لپیٹ لے۔جس وقت یہ ساز نہ تھا،اس وقت کچھ بھی نہ تھا۔سبحان سبحان عجب وصل ہے کہ عین ہجر ہے اور عجب ہجر ہے کہ عین وصل ہے۔

اے جان من! ذات واحد اس دو بقیہ سے ظہور میں آئی اور یہ دو بقیہ عاشق و معشوق ہر گز قائم نہیں ہوتے۔اگر قائم ہو جائے تو پھر اصلی قرار آتا ہے اس لئے کہ عاشق و معشوق کے درمیان سے قائم ہوتا ہے۔اس کے درمیان اور کوئی نہیں ہوتا ہے۔اس لئے اس جگہ کوئی نہیں ہے۔

اے جان من! عاشق ایک درخت ہے،جو دو شاخ رکھتا ہے۔ایک عاشق دوم معشوق۔عبودیت و ربوبیت ہر دو پنجہ ہیں۔پس اس دوئی کے لئے دوئی کہہ سکتے بلکہ اسکی ہمت ہے۔اس لئے کہ اس جگہ شاہ عشق عاشقی تیغ سے اور معشوقی خود کو دو پر کالہ بناتے ہیں اور ایک درمیان رکھتے ہیں۔ہجر کی بازی ناخود کے ساتھ اور خود ذوق کے ساتھ از خود پکڑتے ہیں۔اور شوقِ خود، خود میں جاتا ہے۔یعنی شاہ عشق کہ حسن اس سے عبارت ہے۔دیدہ عاشق سے معشوق کے آئینہ میں دیکھتا ہے۔اور خوبتر پاتا ہے۔اسکا حال ازل سے ابد تک

یہی ہے۔ تیرے دیکھنے سے کوئی وقت نہیں ہوتا۔ ہماری دید سیر الی الحق[1] ہے کہ اسمیں کونسی شے ہے۔ جو نادیدہ ہو۔ ھیھات ھیھات (افسوس افسوس)

اس جگہ خودی خود کو خود میں چاہتی ہے۔ ناگاہ ان اعرف کے گنجینہ سے کُنتُ کنزاً مخفیاً[2] باہر آتی ہے یعنی حقیقتِ محمد ﷺ تجلی اول ہوئی۔ ھو کے دائرہ میں لفظ کی مثل ھویت ظاہر ہوتی ہے۔ اس مرات میں حسن بے نہایت خود کو خود جلوہ دیتا ہے۔ عاشق اس وار پر حیران رہ جاتا ہے، ناگاہ سلکِ وجود درمیان میں آتا ہے۔ دوئی کا مفاصلہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس جان کو جاناں اور جاناں کو جان حاصل ہوتی ہے۔ اور جان، جانان کے کنارے میں جان رکھ دیتی ہے۔ ہر دم گلشن وصال میں زبان حال سے گلِ مقصود کے ساتھ پختہ

---

[1] جب حق تعالیٰ کی محبت میں سالک سلوک اختیار کرتا ہے، عبادات کی پابندی و کثرت کرتا ہے، تو اسے سیر الی الحق اور جذبہ خفی کہتے ہیں۔ اس جذبہ کے بغیر راستہ چلنا ممکن نہیں۔ ۱۲/ اشرفی

[2] اس حدیث قدسی کی پوری عبارت یوں ہے۔ کُنتُ کنزاً مخفیاً فاحببتُ ان اُعرفَ فخلقتُ الخلق۔ اس حدیث کو امام غزالی علیہ الرحمۃ اور حضرت محی الدین ابن عربی علیہ الرحمۃ نے بیان کیا ہے۔ اور اہل کشف بھی اس کی صحت کے قائل ہیں۔ علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ نے مقاصد حسنہ میں کچھ الفاظ کی کمی وبیشی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ علامہ محدث محمد بن ابراھیم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صوفیائے کرام سے مروی ہے۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا معنی آیت کریمہ وما خلقتُ الجنّ والانس الا لیعبدُون۔ ''اور میں نے جنات اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں'' سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما نے لیعبدون کی تفسیر لیعرفون سے فرمائی ہے۔ لہذا یہ حدیث صحت معنوی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ ۱۲/ اشرفی

ہوتی رہتی ہے۔ناگاہ وصال قضادامِ رضا سے زبان حال میں آتا ہے اور یہ فلک غیور کی جانب نہیں جاتا۔ ہجر کی بازی قائم کرتا ہے۔یہ چرخ کج رفتار کہ یار کے لئے یار کے ساتھ دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔یکایک بستر وصال سے خاکستر کے ساتھ فراق کے لائق نہیں ہوتا۔جو کوئی مرغ جان کو گلشن فانی میں یار جان کے اشتیاق میں نوائی جان سوز لاتے ہیں۔اور آشیانۂ لاہوتی کی یاد سے، ہوائے پرواز سے صحرائے جبروتی میں اور شوق گل طار ملکوتی سے قالب ناسوتی کے قفس میں نالہ کرتے ہیں۔بلکہ یک دم بھی آرام نہیں کرتے۔اگر چہ جو کچھ کرینگے۔صیاد ازلی غفلت کے دام سے دانہ مراد ،مراد سے حاصل کرتے ہیں۔حرص شکم کو دہان سے شکست دیتے ہیں۔طالع سفلی کے قید مقید گردانتے ہیں۔اس فراق سے قامتِ عنصری کی جائی درہم برہم ہونے کی خواہش کرتے ہیں۔ناگاہ وہ قامت سرد دل میں ؟ نقش کرتی ہے۔جیسے جان کے درمیان الف[1] ہے۔اور تن مسکین کے لئے اس جگہ سے قامیت ہے۔اس نہال کا حال جان بخش کے لئے ہر زمان کا باب دیدہ پرورش کرتا ہے۔امید کے درخت سے امید بر آتی ہے،اور اس دل دادہ کو میوۂ وصال کا ذائقہ چکھاتا ہے۔ما سے من اور ما بر آتے ہیں۔تاکہ ہر بہر سے ھو ھو کی بانگ ظاہر ہو۔

اے جان من ! میں تجھ سے تجھ ہی کو چاہتاہوں۔تو مجھ سے جو

---

[1] الف اس بنا پر کہتے ہیں کہ الف نام ہے خط کا جو نقطہ سے بنتا ہے اور پھر خط ہی سے سارے حروف بنتے ہیں۔چونکہ احدیت کو نقطہ کہا جاتا ہے۔اس لئے وحدت کو الف کہا جاتا ہے۔۱۲/اشرفی

طلب کرنا چاہتا ہے طلب کر۔ ہر عطا جو تیرے سوا ہو عذاب ہے۔اور ہر عذاب جو تیرے ساتھ ہو عین صواب ہے۔ ھیھات ھیھات۔جو کوئی دل اپنے لعل کے لب میں اٹکائے گا۔وہ ہر دم دیدہ سے خون کا آنسو گرائے گا۔جو کوئی اپنی جان تیرے مشکبار زلف سے باندھیگا وہ بیرون نار کے دین سے اپنے آپ کو باندھے گا۔جو کوئی تیری مستی سے مستان ہو گا ،اگر بیمار ہو گا تو تندرست ہو جائیگا۔جو کوئی تجھے ہندو کے گھر میں دیکھے گا، تو اس کی نظر میں مسلمان بھی کافر ہو گا۔جو کوئی تیری ابرو کی محراب کو دیکھے گا،وہ مسجد و محراب سے چلا جائیگا۔جو کوئی تیری بہتر پلکوں کا کشادہ اشارہ پائیگا اور حق کے ساتھ کہ وعدۂ فردا کا حق نہ رکھتا ہو ہر لحظہ کہ تیرے جمال کے شوق میں میرے شوق کی عرق سوائے تیرے چہرے کے، نظر کسی اور طرف نہیں پڑیگی۔

مُوتُوا قبل ان تموتوا لا الیہ یعنی لیس فی الواحِدِ الَّا ھُو مُحمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی ھُوَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ۔

ترجمہ: موت دیئے جانے سے پہلے مر جاؤ۔ نہ ان کی طرف یعنی واحد میں کوئی نہیں مگر محمد رسول اللہ یعنی وہی ظاہر وہی باطن۔

اس جگہ یہ مسلم ہے کہ جب تک ان صفت سے موصوف نہیں ہو جاتا اور کلمہ موقوف نہیں جان لیتا۔اس وقت تک ہوئے مسلمانی اس پر مکشوف نہیں ہو گی۔کلمہ تین حالتوں میں ہے۔اول بدایت ، دوم وسط اور سوم نہایت۔سالک اگر نہایت کو نہیں پہنچے گا۔تو کامل بھی نہیں ہو گا۔ایسے کو نتواں کہتے ہیں۔اول مست، میانہ مست بعد ازاں آخر ہرگز مست نہیں ہو گا۔اور نہ ہے۔جو کوئی حرفِ غیر کو لوحِ دل سے دھو ڈالے گا۔وہ یہ مقام حاصل کریگا۔جو کوئی اپنا خیال اس خیال سے نہ

باندھے گا آمدورفت سے اس پر کچھ نہیں آئیگا

اے جان من! وحدت بے کثرت ہے اور وحدت، با کثرت بھی ہے۔ اور کثرت بے وحدت ہے۔

(الف) وہ وحدت جو بے کثرت ہے، یہ خاص الخواص کی منزل ہے۔

(ب) وہ وحدت جو با کثرت ہے، یہ خاص کی منزل ہے۔

(ج) وہ کثرت جو بے وحدت ہے۔ یہ عام کی منزل ہے۔

خاص الخواص ھویت حال کی مثل ہیں۔ خاص گلزار مشاہدہ میں بے نہایت باحال ہیں۔ اور عام صحرائے کثرت میں بے کثرت و بے جمال ہیں۔ یعنی میدان معرفت میں جولان نہیں رکھتے۔ من و تو میں فہم یار سے دور ہیں۔ خاص الخواص مقام امانی میں، خاص مقام حیرانی میں اور عام مقامِ نادانی میں ہیں۔ ازروئے معنی یہ مقام الگ الگ تین تک امانی ہیں۔ اس وقت تو بزبان حال فضّلنا بعضھُمْ علی بعضٍ (ہم نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی) پڑھ۔ ھیھات ھیھات۔

اے جان من! میدان وحدت میں گوئے کثرت بتمام مکاری و عیاری کو شکست دے کر آغاز کر دو۔ کبھی لطفِ سرہائے محبان کو مقام حال سے پہنچتا ہے۔ کبھی جولان گری کا گھوڑا مشتاقان کو عزلتِ تنہائی میں پامال کرتا ہے۔ کبھی سینۂ عاشقان کے ہدف میں فراق کا تیر مارتا ہے۔ محبت کے صاف و شیریں پانی کے تشنگان کو چشمۂ حیات کے قطرۂ وصال سے نوازتا ہے۔ تیرے پاؤں کے کف کا رنگ ایسا ہے کہ نگاہ کے لئے یہ چمنِ عاشقان ہے کہ جسے پامال کیا ہے یعنی۔

وَلَا تَقْرَبَاهٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ۔ (پ ا سورہ بقرہ ۳۵)

ترجمہ: مگر اس پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے۔

جب یہ لوگ شجرہ گندم میں پہنچے تو ان کے سینے فراق کی جانب جانے لگے۔ یعنی تمام چیز کہ جسے دوست کی خوشی کے لئے پیدا کیا۔ اس لئے ہمیں ہر قسم کی شقاوتوں سے پرہیز کا حکم صادر کیا۔ اور شوق یار میں ناامیدی کے سر سے ایک طلب پیش کی، کہ سوزِ دل کو دل سلیم پہنچا۔ اور کشش کا پھندا گندم نہ ہوا۔ بلکہ محبت کا دانہ ہوا۔ اور وہ معصوم اپنی حد سے بیرون آیا۔ اور عاصی گردانا۔ کیونکہ عشق عصمت کے پردے سے بیروں آیا۔ زلیخا کو بلکہ اس تخمِ عشق کہ سر میں رخِ آدم پر ظاہر ہوا۔ جب آدم نے اسکے جمال کو دیکھا۔ تو مملکتِ فردوس کی قیمت سے خریدا۔ اور اپنے دل و رخ کی پارسائی کو رسوائی کے بازار میں رکھ دیا۔ اور اس وقت کہتے ہیں کہ شیطان نے وسوسہ ڈالا۔ وہ گندم شیطان نہیں تھا۔ بلکہ عشق کا مشاطہ تھا اور پردہ دار محبت۔ اس لئے کہ محبت پردہ میں ہے۔ اور عاشقی و معشوقی پردہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جبکہ پردہ بھی نہیں تھا۔ الغرض اس کے قرب سے بُعد آیا۔ اور جب فراق بے طاقت ہوا، تو فرمان پہنچا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ میں نے تمہیں منع نہ کیا تھا۔ کہ گل محبت کو نہ توڑنا۔ کیونکہ ہجران کا کانٹا تیری جان کے غنچہ میں ہمیشہ رہنا چاہتا ہے۔ اور اس گندم کو نہ کھانا ورنہ اس کے دامن میں پھنس جاؤ گے۔ اب جب کہ تو نے محبت اختیار کیا۔ تو یار کو چاہئے کہ خوب محبت کریں۔ ناگاہ محبت کی بانگ ظاہر ہوئی۔ یعنی

ربّنا ظلمنا انفسنا (پ۸ سورہ اعراف ۲۲)

ترجمہ : عرض کی اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ برا کیا۔

اس لئے کہ بوجھ کو زمین و آسمان میں سے کسی کو بھی اٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ اس لئے کہ زمانے کے سر پر جہول و ظلوم گندم سے نہ تھا۔ بلکہ یہ یار سے محبت

تھی۔ جب وہ گندم نہ کھاتے تو چند بار عشق و محبت میں نہ رنگے جاتے۔ اور کون تجھ سے کہتا اور کون تیری بات سنتا۔ بلکہ وہ گندم نہ تھا۔ دانہ محبت تھا۔ اگر چہ اس میں سِر عظیم تھا۔ اگر آدم علیہ السلام دانہ نہ کھاتے تو خدا اور بندگی ظاہر نہ ہوتی۔ اور کوئی بھی عاشق و معشوق کی لذتوں کو نہ جانتا۔ رنج فراق اور قدر وصال معلوم نہ ہوتا۔ غفاری کے خزانے سے دربار غفوری میں رائیگاں ہو جاتا۔ ہمارا گناہ عدم گر سے نہ آتا۔ وجود عفو کے وجود سے تو عوالم میں عدم ہوتا۔ ازلی دلوں کو تو کسی عمل کے سوز میں نہ دیکھتا۔ اور دل کو حق تعالی کی عنایت سے روشن ہوتا ہوا نہ دیکھتا۔ یہاں تک کہ سر لطف کیا ہے۔ انعام فرماتا، اور گنج بخشی کی نہایت کرم کا صلہ کیا دیتی؟

وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (پ ۱ سورہ بقرہ ۱۰۵)

ترجمہ: اور اللہ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے۔

یہ عنایت محض اس پر ہے کہ خاک ضعیف کو بے واسطہ لایا۔ اور کرامت کا تاج اسکے سر پر رکھا۔ یعنی

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ (پ ۱۵ سورہ اسرا، ۷۰)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی۔

اور جو کچھ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا کے خزانے میں رکھا۔ اسے یک بیک نثار قدس بنایا۔ اور عنایت سے تمام انعام کو حیرانی میں ڈال دیا۔ یعنی

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (پ ۱ سورہ بقرہ ۳۰)

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب تمہارے رب نے فرشتوں سے فرمایا میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔

اور نہایت عزت اور رشک بانگ ظاہر فرمایا۔ یعنی

قالُوْاأتجعلُ فیْھامنْ یُفْسِدُ فیْھاویسْفكُ الدّماء ونحْنُ نُسبّحُ بحمْدِكَ ونُقدّسُ لكَ۔ (پ ا سورہ بقرہ ۳۰)

ترجمہ: بولے کیا ایسے کو (نائب) کریگا جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزیاں کرے اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکی بولتے ہیں۔

اور تازیانہ قہاری سے تمام کو خاموش کر دیا۔ یعنی

قال انّی اعْلمُ ما لا تعْلمُوْن۔ (پ ا سورہ بقرہ)

اور نظر خاص سے سینہ روشن فرمادیا۔ یعنی

وعلّم ادم الْاسْماء کُلّھا۔ (پ ا سورہ بقرہ ۳۱)

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے۔

کام کے آدمی کو یفعلُ مایشاء (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) قیاس کے میزان میں کسی کے لئے راست نہ بنایا۔ سوائے اس کے۔ لا یُسئالُ عمّا یفعلُ (وہ جو کرتا ہے سوال نہیں کیا جائیگا۔) اے عزیز سب تو اور سب کار تو بنایا۔ پس جو کچھ ہے، اس جانب سے ہے۔ وہ سب خواب ہیں۔ اور مصلحت سے خالی نہیں ہیں۔

ماصنع اللّٰہُ فھُو خیرٌ (جو اللہ عزوجل نے بنایا سب خیر ہیں) اس سے جو کچھ صادر ہوئے سب نیک ہیں۔ اگرچہ سر تا قدم بد ہی بد ہوں۔ تیری نظر بدی پر پڑی۔ اس لئے کہ تو نیک نظر رکھتا ہے۔ اور نیک نظر سوائے نیکی کے کچھ نہیں دیکھتی۔ نظر نیک کی صفت یہ ہے کہ بد نہ دیکھے۔ بلکہ ہر شے جو اس کے سامنے آئے خوبتر شمار کرے۔ وہ کیا ہے؟ اور کیسے ہے؟ تیری نظر میں نہیں ہے۔ علم میں ہے۔ اور جو تیری نظر میں "ہست" ہے وہ ہست نہیں آتا۔ اور ہست تیری نظر میں ہست

نہیں ہے۔اسے کیوں پکڑتا ہے؟ اور بد کیونکر ہوگا؟ کہ آئینہ میں جز عکس ہے۔اس جگہ دلکش لعل اس سیر میں تھا۔قوتِ سنگ کے ساتھ فروغ تیری نظر میں کوہ ہوتا ہے۔ان تمام میں سوائے ہماری کم بینائی کے اور کیا ہو سکتا ہے؟ کہ نیک وبد نظر میں آتے ہیں۔لیکن جن آنکھوں سے پردہ اٹھ چکا ہو،اور عروسِ وحدت، تختِ وحدت پر اور تختِ واحدیت پر ہزار نیاز کے بعد جلوہ گری میں آتی ہے۔تیرے ایک کرشمہ سے دائرہ خرق سے بدر آتی ہے۔تیرے دیکھنے میں سیاہ وسفید ایک ہی ظاہر ہوتے ہیں۔اس میں ہر بینی کی جگہ نہیں ہے۔کفر کے ریزے سے پنہاں ایمان ہے۔

اے جانِ من! جب آفتاب توحید معرفت کے آسمان پر چمکتا ہے تو تمام اس کی روشنی میں صواب ہیں۔اور شاہ عشق احدیت کے میدان میں وحدت کے نقارہ سے کہتا ہے۔

لَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ اِلَّاھُوَ

ترجمہ: دارین میں اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

پھر اس جگہ بزرگی کی جانب آتا ہے۔یعنی

مَنْ عَرَفَ رَبَّہٗ فَلْیَقُلْ لِسَانِہٖ

ترجمہ۔ جو اپنے رب کو پہچان لے وہ اس کی زبان سے کہے۔

مسجد سے وقوف چاہئے۔اور تیرے چہرے پر "سمت" روشن ہو،اور رخ قبلہ کی جانب لا۔یعنی

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا

وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (پ۷ سورہ انعام،۷۹)

ترجمہ: میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے،ایک اسی

کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں۔

اور اس کی نماز میں مشغول ہو جا۔

قُلْ اِنَّ صلوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَا یَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ ربِّ الْعَالمِیْنَ.

(پ ۸ سورہ انعام، ۱۶۲)

تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے۔ جو رب سارے جہاں کا۔

ھیھات ھیھات! اس جگہ شاہ عشق وحدت کے گھوڑے کو کثرت کے میدان میں لے جائے۔ اور گوناگوں لباسوں کو اس میں ڈالے۔ اس سبب سے خود کی وادی بے نہایت میں خود کو پہچانے۔ تیرے چہرے کو دیکھنے کے لئے جاں بیں ہونا چاہیے، اور یہ مرتبہ جہاں بین کو کب حاصل ہے۔

اے جان من! قضاو قدر پر نظر رکھ۔ اور تمام کے لئے عین رضا میں انکار اور مقالات بے ہودہ سے زبان کی حفاظت کر۔ دل کی دید کو اس اشارت کے کام میں لا۔

لَا تَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ.

ترجمہ اللہ تعالی کے حکم کے بغیر کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا۔

اے جان من! ان سب کی تین حالتیں ہیں۔ اول بدیت، دوم توسط اور سوم نہایت۔ پس ہر وہ دانہ جسے بدایت ازل میں تیرے لئے بوئی گئی ہو۔ توسط دنیا میں تیرے لئے ظاہر ہو گا۔ اور نہایت عقبی میں تیرے چہرے پر ظاہر ہو گی۔ اور تیرے مقصود کے خرمن سے محل جزا اس سے منسلک ہے۔ اگر کل تجھ سے پوچھا جائے کہ کیا لیکر آئے ہو، تو کہا جائے گا۔ جو تو نے عطا کیا وہی لیکر آیا ہوں۔ یعنی

میرے جسم سے سوائے میرے کسی کو بھی عاشق نہ جان۔ اور نہ یہ عشق جاوید ہے۔ بلکہ جوانی کی شہوت کا کھونا ہے۔ عشق جاویدانی معنوی کو کہتے ہیں۔ نہ کہ عشق صوری کو۔ بلکہ عشقِ صوری حق سے دوری و مہجوری ہے۔ مجنوں عشقِ لیلی سے کل کو لیلی ہی کو چاہیگا۔ نہ کہ خداتعالی کو۔ اسی طرح آتا ہے کہ جب لیلی نے مرد مجنوں سے کہا کہ یہ تمام ماجرا و عزامت ہم پر ہے۔ کہ ایسے شخص کو ہم نے دوست رکھا۔ اس مرد سے بہتر وہ شخص ہے، جو ایسے عشق سے بچا ہوا ہے۔

اے جان من! عشقِ معنوی، عشق مطلق سے کنایت ہے۔ اور عشق صوری، عشقِ مقید سے کنایت ہے۔ پس عشق مطلق ذاتی ہے۔ اور عشق مقید صفاتی ہے۔ جب کوئی اس عشق تک نہ پہنچے گا۔ وہ عاشق حقیقی نہیں ہو سکتا۔ بعض نے کہا کہ عشق مطلق وہ ہے کہ آواز دائرہ فرق سے بیروں آجائے۔ چنانچہ اسکے دیکھنے میں سیاہ و سفید اور خوب وزشت یکساں ظاہر ہونگے۔ اس کی نظر میں جز اس معنوی کے پتھ بھی ظاہر نہ ہوگا۔ ان سب کو محقق دیکھتا ہے۔ اور خواب میں حل دیکھتا ہے۔ کیا گل وحسن معنوی ہے۔ عاشق کے طرفۃ العین سے جدا نہیں ہے۔ محبوبِ حقیقی ہر دم دیگر فرماتا ہے۔ گلزار سرناز بتمام بے نیز معشوق کے نقاب کو چہرہ سے کھینچتا ہے۔ کبھی محض لطف سے مستئ تمام و مشتاق جمال سے اپنی جانب کھینچ کر اَنَا المُشْتَاقُ الیٰ المُذْنِبِیْنَ (بے شک میں مذنبین کا مشتاق ہوں) کہتا ہے، اور کبھی کرشمہ خاص سے برقع صفات کو اسکے درمیان سے اٹھ دیتا ہے اسی جہت سے یہ معنی ہے۔

مُشَاهَدَةُ الْاَبْرَارِ بَیْنَ التَّجلی والْاَسْتَارِ.

ترجمہ: ابرار کا مشاہدہ تجلی اور استار (پردے) کے درمیان ہے۔

اگرچہ عاشق کے لئے ہر دو حال میں ذوق ہے۔اس لئے کہ اس کی تخلیق غایت لاتی ہے۔یعنی مستی شراب کی تجلی میں مشاہدہ محبوب ہے۔اور سر میں کتم عدم سے بُعد تک ہے۔ یعنی وہ دستور ظہور خیر میں غایت ہے۔ پس جو کچھ عین ہو وہ ذوق دو حال رکھتاہے۔اور اس وقت کہتے ہیں کہ فراق بے سرائے عاشق ہے۔ یعنی بحر بے نہایت میں اور فراق کہاں اور کیا چیز ہے؟ پس عاشق کے لئے فراق نہیں ہے۔ فراق سے مراد بے سرائے عاشق ہے۔ یعنی بحر بے نہایت میں حیران ہے۔ ہر چند کہ نوش کرتا ہو اور چنتا بھی ہو۔ سرائے ممکن نہ رکھتا ہو۔دل میں دل آرام نہ رکھتا ہو۔دل آرام جوئی آب تشنگی رکھتاہو۔

وھُو معکُمْ اینما کُنْتُمْ (پ ۲۷ سورہ حدید، ۴)

ترجمہ : اور وہ تمھارے ساتھ ہے تم کہیں ہو۔

اگرچہ جامیں جائے جا نہیں ہے۔جو کوئی نہ جانتا ہو،وہ زندہ بے جان ہے۔اس لئے کہ زندہ انان ہے۔کہ ہر دم جانان کے کنار میں ہے۔

اے جان من! دیدن خود سے بندے پر دیدہ ہو۔تو اس وقت بصارت حق سے خود کو نہیں دیکھے گا۔(مقامات[1] تین ہیں)

(الف) علم الیقین یہ طالبان کا مقام ہے۔

(ب) عین الیقین یہ متوسطان کا مقام ہے۔

(ج) حق الیقین یہ واصلان کا مقام ہے۔

---

[1] ان تینوں مقامات کو ایک مثال سے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔اگر کسی بند مشکیزہ میں چیز سے متعلق کوئی خبر دے کہ اس کے اندر دودھ ہے۔ فقط اس کے کہنے پر مان لینا علم الیقین ہے۔ مشکیزہ کا منہ کھول کر تصدیق کیلئے دیکھنا عین الیقین ہے۔اور پھر مشکیزہ سے کچھ نکال کر چکھنا حق الیقین ہے۔۱۲ اشرفی

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ یعنی ہر نفس کو موت کا شربت چکھنا ہے۔ اگر چہ نفسہا صفتِ بشری سے بیروں آتے ہیں۔ اور موصوف بصفت روح ہو جاتے ہیں۔ ذاتِ مطلق میں محو ہو جاتے ہیں۔ اور بقائے حق سے پیوست ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے کہ جس جگہ محرم راز حضرت خواجہ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اس شخص کا دل ہر گز عشقِ آری سے زندہ نہیں ہو گا۔ جو اپنی زندگی کو عشق مقید سے آزاد کر کے بسوئے مطلق ہو جائے۔

وَيَبْتَغِي لَيْسَ فِي الدَّارَيْنِ اِلَّاهُوَ.

ترجمہ : اور وہ چاہتا ہے کہ دارین میں اس کے سوا کوئی نہیں۔

باقی تمام کو قتل کر دے۔ ہمیشہ مشاہدہ محبوب کے سمندر میں غوطہ زن رہے۔ اور وصال کے گڑھے میں متفرق، مست اور مدہوش رہے۔ اور ہونا چاہیے۔

اے جان من! موتِ عام دیگر ہے۔ اور موت خاص دیگر ہے۔ موت عام فصل ہے، اور موتِ خاص وصل ہے۔ پس مردان عام کے لئے دوری و مہجوری ہے۔ اور موتِ خاص عین زندگی ہے۔ اسی معنی میں یہ جملہ ہے۔

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْمَحْبُوْبِ۔

ترجمہ : موت پل ہے جو حبیب کو محبوب سے ملاتی ہے۔

بلکہ غلبۂ محبت سے ورطۂ عشق میں پہنچتا ہے۔ اور حسن معشوق کے سمندر میں جو نہایت نہیں رکھتا۔ غوطہ کھاتا ہے۔ اس بحرِ عمیق بے پایاں میں ایسا پہنچتا ہے کہ انسان تقرب میں درجۂ غایت کو پہنچتا ہے۔ حد کہ ابد تک اسکا نام نشان کسی جگہ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ پس عاشقان کی موت کمال میں استغراق ہے۔ تیغ پر ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ عاشقان اس کی یاد میں اسطرح جان دیتے ہیں، کہ اس جگہ

ملک الموت کی گنجائش ہرگز نہیں رہتی۔بلکہ عاشقان بے چارہ ہر دم مرتا رہتا ہے۔اور ہر دم حیات پاتا ہے۔اس لئے کہ اس جگہ موت وحیات دیگر ہیں۔جان دیگر پاتے ہیں۔اس جگہ کہاں موت اور کہاں حیات؟ حیت دیگر اور جان دیگر ہے۔موت دیگر ہے،اور حیات اس سے ظاہر ہوتی ہے۔اس جگہ میں چاہتا ہوں کہ صد ہزار جان اللہ تعالیٰ عطا فرمائے تاکہ صد ہزار مرتبہ اس یار پر جان فدا کروں۔حضور ﷺ نے فرمایا۔

رَاَیْتُ رَبّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَتِہٖ .

ترجمہ : میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں ملاحظہ کیا۔

حسن صورت سے مراد اشارت ہے نہ کہ نیک سیرت۔اور نیک سیرت ظہور نہیں ہے۔مگر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے آئینہ میں۔پس جو کچھ دیکھا خود کو دیکھا۔اور جو کچھ پایا خود کو پایا۔اس لئے کہ احسن صورت اور نیک سیرت حضرت محمد ﷺ کے سوا ظاہر نہیں ہے۔اور اس تجلیات کی کوئی حد نہیں ہے۔اگر چہ تجلی خاص ظہور انسان ہے۔اور ظہور خاص حضرت ﷺ کی ذات ہے۔اسی جہت سے فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ. (پ ۳ سورہ آل عمران ،۳۱)

ترجمہ : اے محبوب تم فرمادو اے لوگوں اگر اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔

پس حق کی محبت ہاتھ نہیں دیگی۔مگر اس کے حبیب ﷺ کی پیروی میں اور اس کے حبیب ﷺ کی پیروی حاصل نہیں ہوگی مگر پیر کے فرمان سے۔

اے جان من! شاہ عشق کے لئے چار تخت ہیں۔ہر تخت پر سلطنت دیگر ہے۔اور امر دیگر ہے۔اول لاہوت ،دوم جبروت ،سوم ملکوت، چہارم ناسوت،

(الف) لاہوت سے مراد سر ہے۔

(ب) جبروت سے مراد روح ہے۔

(ج) ملکوت سے مراد دل ہے۔

(د) ناسوت سے مراد تن ہے۔

پس تن خدمتِ دل میں ہے۔دل محبت روح میں ہے۔روح قریب سر میں ہے۔اور سر وصلت دوست میں ہے۔پس ہر ایک ذوق میں دیگر، منزل سے اسم دیگر اور رسم دیگر پیدا کرتے ہیں۔ دیگر ناسوت سے لاہوت میں ہوا اور لاہوت کار سے ناسوت کرتا ہے۔ غیب سے غیب شاہد ہے۔ چنانچہ غیب کو شاہد کے جز اور شاہد کے لئے غیب سے آگاہ ہے۔ ھیھات ھیھات ۔بے نشان کے نشان کو محفل میں نہ رکھ۔کہ نشان وہ ہے۔اس وقت خدا کی خدائی میں تھا۔عین ہے۔اور تو" لا" رکھ خودی کے ساتھ ۔خود کو خدا کہنا کفر بالیقین ہے۔کہ تمام عالم تیرے صواب میں تھا۔یہاں تک کہ تو خود رہنے والا تیرا عذاب ہے۔

اے جان من!بقائے ایمان کیا ہے؟بقائے محبت فنائے غیر میں ہے۔یعنی الدنیا اکم والموا لعقبی اکم والمولی اکم . دنیا سے مراد تن ہے۔ عقبی سے مراد جان ہے۔ یعنی ہر دو کے لئے محبوب کی محبت میں مولی بناتا ہے۔اس وقت خدا کے قریب پہنچ جاتا ہے۔پس بقائے محبت فنائے غیر میں ہے۔اور فنائے غیر کیا ہے؟ یعنی فنائے خود بقائے حق میں دوڑنا۔اور بقا، بقائے یار ہے۔اور بقائے یار فنائے اغیار میں ہے اور فنائے اغیار میسر نہیں آتی مگر اس کی ذات پر نظر رکھنے میں۔وہ کیا ہے؟ یعنی جب عین تو اور غیر تو کوئی نہیں ہے۔اور ہمیشہ اس دریا کے عمیق میں مستغرق ہوا۔یہاں تک کہ اس کی حد میں فانی مطلق تصور کیا جانے لگا۔تاکہ بقائے حق میں

باقی رہ جائے۔ حتی کہ بے سمع اور بے بصر اس کا حال ہو جائے اور تیرا چہرہ بے حجب دیکھنا ممکن نہ رہے۔

اے جان من! قالب کے نقاب کو بھی کہنا چاہئے۔ اسلئے کہ بے نقاب قالب بھی دیکھنا ممکن نہ رہے۔ اور دیگر کے لئے نقاب فراق کو بھی کہتے ہیں۔ جب تک کہ فراق کمال تک نہیں پہنچتا۔ اس وقت تک چہرہ ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے کہ شوق کے غلبہ کے بغیر دیکھے گا۔ پس بواسطۂ شوق نقاب ہوا۔ جب دیکھے گا فنا ہو جائے گا۔ اور دیگر معشوق کا حسن بے نہایت ہے۔ جب تک ایک نہایت کو نہ پہنچے گا۔ اس وقت تک معشوق کا چہرہ نہ دیکھے گا۔ اسی سبب سے نقاب دیگر حجاب ہے۔ جو کہ عشق کا غلبہ ہے۔ ہر وقت کہ معشوق کی جانب نظارہ کرتا ہے۔ اور محبوب بے نیازی سے خود کو پلٹتا ہے۔ تاکہ محبوب اپنا چہرہ نہ پھیرے۔ عاشق ہرگز دیکھ نہیں سکتا۔ دیگر حجاب غلبۂ شوق سے ہے۔ اگر ظاہر خاص ہے۔ تو چشم عاشق جو غایت شوق سے سوختہ ہے۔ وہ تمام عاشق کا شوق حجاب ہو جائیگا۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ ایک روز مجنوں کا پدر لیلی کو دیکھنے کیلئے گیا۔ اور لیلی کے پدر سے کہا کہ اے برادر! ہمارے اور تمھارے درمیان خوشی ہے کہ لیلی کو سوائے میرے لڑکے کے کسی کو نہ دینا۔ لیلی کے پدر نے کہا کہ میں محض مجنوں کو دوست رکھتا ہوں۔ میں بواسطہ غلبہ شوق نہیں دونگا۔ کہ مجرد ملاقات سے ہلاک ہو جائیگا۔ اگر تو باور نہیں رکھتا تو امتحان کر لے۔ لیلی کے پدر نے لیلی سے متعلق کہا کہ میرے سامنے لیلی کو لایا جائے، ابھی گھر سے باہر نہیں آئی تھی۔ باہر قدم نہیں کھینچی تھی۔ فقط لیلی کے دامن میں حرکت ہوئی اور مجنوں کی نظر اس کے دامن پر پڑی محض نظر پڑنے ہی سے بے ہوش دور ہوش ہو گیا۔ لیلی کے پدر نے کہا۔

مَنْ لَّمْ یَبْصُرْ عَلٰی ذَیْلِ لَیْلٰی فَکَیْفَ یَبْصُرْ عَلٰی رُؤْیَتِہٖ

ترجمہ : جو لیلی کے دامن کو نہ دیکھ سکا وہ لیلی کو کیسے دیکھ سکے گا۔

تیرے چہرے کو دیکھنے کی طاقت کسے ہے۔ میں مسکین محض تیرے وصف کو سن کر حیران ہوں۔ بس اسکا چہرہ بے نقاب دیکھنے کی طاقت نہیں۔ یعنی در پردہ صفات میں ذات کا نظارہ کیا جاسکتا ہے۔

اَلْمُؤْمِنُ مِرْآۃُ الْمُؤْمِنِ.

ترجمہ : مومن، مومن کا آئینہ ہے۔

یعنی عاشق، معشوق کا آئینہ ہے۔ اور معشوق عاشق کا آئینہ ہے۔ اس جگہ دقیقہ یہ کہ بجز جان یہ نکتہ نہیں پہنچ سکتا ہے۔ یعنی عشق کہ اس سے حسن عبارت ہے۔ خود بخود دست پکڑتا ہے۔ آئینہ معشوق موجود ہوا۔ پس معشوق خود میں عاشق کو پاتا ہے۔ یعنی جب جمال کا اپنے کمال سے معائنہ کرتا ہے۔ تو عاشق خود ہو جاتا ہے۔ پس عاشق کی توجہ بسوئے معشوق، معشوق ہے۔ عاشق خود کو آئینہ معشوق کے پیچھے اور معشوق اس کی ہر جنبش سے عاشق کا وجود آتا ہے۔ جو عاشق سے ہے۔ فعل معشوق ہے۔ عینِ عشق ہے۔ وہ عاشق دیدۂ معشوق سے معشوق میں اور مشاہدۂ محبوب کے سمندر میں ایسا غوطہ خوردہ ہے۔ کہ یار از خود نہیں آتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک حد میں تیرے عشق کی دو صفتیں ہیں۔ عشق میں عین عشق ہوتا ہے۔ اس کے بعد قرار نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر عشق کو قرار ہوتا۔ تو عاشق و معشوق پیدا نہ ہوتے۔ بلکہ بذاتِ عشق عین درد ہے۔ اور ہمیشہ اول سے آخر تک یاد میں ذوق آتا ہے۔ اپنا ہوتا ہے اور چاہتا ہے۔ اور ایسا ہی اس سے کھینچتا ہے۔ اور ایسا ہی جامہ و خانہ میں قدرت موجود ہے۔ اس کے آمدن و رفتن سے کوئی احتیاج نہیں

رکھتا۔ کبر کی جانب جاتا ہے۔ میں سواری کی جانب نہیں جاتا۔ کوئی ایسی سواری بھی نظر نہیں آتی ہے کہ اس سواری پر گلستانِ محبت کے غنچہ کو کر دوں۔ اور اس نوباد وحدت کے گل گلزار کو بوستان وصلت کر دوں۔ اس جگہ سے تیرے جمال کا گل جہاں کے گلشن کے صحن میں شگفتہ ہے۔ چشمِ عاشق اس مقام میں ہوائے تماشائی خفتہ ہے۔ اس مشتاق کا عندلیب اس کے جمال کے خیال پر بستہ ہے۔ کہ ازل سے ابد تک اس بو کا نگران ہے۔ مست اور مدہوش ہے۔ اس جگہ سے اس تاریک خانہ میں روشنی ظاہر ہونے لگتی ہے۔ جو چیز نادیدہ ہو اس کی دید میں آجاتی ہے۔ جب آدم ہوا تو اس کلید سے ہر دو شے ظاہر ہوئیں۔ اے جانِ من! عبودیت اور ربوبیت ہر دو صفت ذاتی ہے۔ ان صفتوں کے باغ سے ظہور قد میں آیا۔ اور یہ ہر دو بقیہ وجود انسان میں موجود ہے۔ اسکی مثال دو حروف ہیں۔ واؤ اور میم ۔ اس ایک سے ظاہر ہوئے۔ اگر میم پر نظر لاؤ گے تو واؤ محو ہو جائیگا اور اگر واؤ پر نظر رکھو گے تو اس کے میان سے میم چلا جائیگا۔ پس حضوری واؤ غائبی میم میں ہے۔ اور غائبی واؤ حضوری میم میں ہے۔ پس ہماری حضوری اس کی غائبی میں ہے۔ اور ہماری غائبی میں اس کی حضوری ہے۔ میم سے مراد "ما" ہے۔ اور واؤ سے مراد "او" ہے۔ پس تو ان دونوں صفتوں کے بعد جس پر نظر رکھے تو وہی ہے

طالبِ دعا

سید محمد ممتاز اشرفی غفرلہ

(مہتمم) دارالعلوم اشرفیہ رضویہ اورنگی کراچی

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲۴ جولائی ۲۰۰۰ء

برائے محبت

۷۸۶

۸	۱۱	۸۳	۱
۸۲	۲	۷	۱۲
۳	۸۵	۹	۶
۱۰	۵	۴	۸۴

۷۸۶

۸	۱۱	۲۷۴	۱
۲۷۳	۲	۷	۱۲
۳	۲۷۶	۹	۶
۱۰	۵	۴	۲۷۵

۷۸۶

۸	۱۱	۲۰۳۳	۱
۲۰۳۲	۲	۷	۱۲
۳	۲۰۳۵	۹	۶
۱۰	۵	۴	۲۰۳۴

برائے محبت شوہر وزن

یہ عمل حلال وجہ پر کرے۔ شکر یا زیرہ یا کشنیز پر ۱۴۱ مرتبہ یہ آیت پڑھکر دم کرے۔ اِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَھِیْدٌ وَ اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ۔ اول آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھے بعدہ دونوں کو کھلائے۔

